ماہنامہ
افکارِ العارف
لاہور
Monthly
Afkar-e-AL-ARIF
Lhr
June,July-2026

حسینؑ میرے سردار ہیں اور کیا بہترین سردار ہیں۔

قیامِ امام حسین علیہ السلام کا فلسفہ اور اس کے اہداف

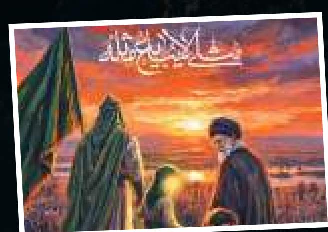

تاریخی شہیدامت کانفرنس، حالات، واقعات، اثرات

اِک جنازہ اٹھا مقتل سے عجب شان کیساتھ
شہید رہبر معظم کے جنازے کا احوال

رہبرِ معظم انقلاب کا بیانیہ
جو انہوں نے رہبر شہید کی تدفین کے موقع پر جاری کیا

خمینیؒ بت شکن نے فرمایا

یہ اسلام وہی اسلام ہے جس نے ان کو انسان بنانے کی غرض سے نصف صدی میں ان تمام ملکوں کو فتح کر لیا تھا۔ اسلامی فتوحات دوسرے سلاطین کی سلطنتی فتوحات کی مانند نہیں ہے مثلاً یہ نادر شاہی فتح نہیں ہے، اسلامی طرز حکومت وہ طرز حکومت جس میں "انسانی تعمیر" کا کام ہونا ہے۔ آپ خود اسلام کے رہبروں کی زندگی اور ان کی حکومت کا طریقہ ملاحظہ کریں۔ مثلاً پیغمبر اکرمؐ جو اسلام کے سربراہ ہیں، امیرالمومنینؑ جو آپؐ کے بعد اسلام کے سربراہ ہیں۔ آپ خود ان کو دیکھئے کہ ان کی کیفیت کیا تھی؟ کیا پیغمبر اکرمؐ اور امیرالمومنینؑ کی حکومت آمرانہ تھی؟ وہ پیغمبرؐ جو لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تھے تو پتہ نہیں چلتا تھا کہ ان میں کون آقا ہے اور کون غلام، وہ پیغمبرؐ جو لوگوں کے ساتھ ویسے ہی بیٹھ جاتا تھا اور باہم ایک ہی ساتھ بیٹھ کر ملاقاتیں کرتا تھا جس کی بزم غلاموں اور فقیروں کی بزم تھی، جس کی زندگی فقیروں جیسی تھی، جس کے زمانے میں بیت المال عوام کی ملکیت تھا، خود کوئی تصرف نہیں کرتے تھے۔ ایک فقیر کی مانند رہتے تھے اور جب لوگوں کے ساتھ معاشرت کرتے تھے برابر کی معاشرت تھی، جب اعلان کرتے تھے تو اس انداز سے اعلان کرتے تھے کہ جس کا مجھ پر کوئی حق ہو وہ بتائے، ایک بھی انسان ایسا نہ نکلا جو کہتا کہ آپ نے ہم پر کوئی ظلم کیا ہے صرف ایک شخص ان میں سے اُٹھا اور جھوٹ بولا اپنی ایک خواہش پوری کرنے کیلئے اور نہ کسی نے کہا کہ جناب آپ نے میری دس شاہی (ایران کا سب سے چھوٹا سکہ) لے لیا ہے، آپ نے مجھ پر ایک ظلم کیا ہے، ایک موقع پر برا کہا ہے، عرض کروں نعوذ باللہ اس قوم کے ساتھ آپ نے کوئی خیانت نہیں کی۔ وہ شخص جس نے جھوٹ بولا کہ آپ کے مجھے فلاں جگہ مارا تھا تو وہ صرف اس لیے کہ وہ آپ کی شانے کا بوسہ لینا چاہتا ہے یعنی میں نے جھوٹ بولا تھا آپؐ نے ایسا نہیں کیا تھا۔

شہید قائد علامہ عارف حسین الحسینیؒ نے فرمایا:

تقویٰ اور سعادت انسان:

پس تقویٰ جو مولائے کائناتؑ نے فرمایا "تقویٰ تمہارے دلوں کے دردوں کی دوا اور تمہارے جسموں کی بیماریوں کا علاج ہے" یہ کسی عام شخص کی بات نہیں بلکہ اس عظیم روحانی شخصیت کی بات جو انسان کے اندرونی حالات سے آگاہ ہے۔ ان کو پتہ ہے کہ اس انسان کیلئے کون کون سی چیزیں مفید ہیں اور کون کون سی مضر ہیں۔ ہمیں اگر دنیاوی اور دینی سعادت حاصل کرنی ہے تو پھر ہمیں تقویٰ کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ وہ شخص جو تقویٰ رکھتا ہے وہ اپنی کمائی پر اکتفا کرتا ہے۔ اپنے حق پر اکتفا کرتا ہے، وہ ہرگز ایسا نہیں کرتا کہ اپنے شب و روز اس فکر میں گزرے کہ میں کس طریقہ سے زیادہ کماؤں، کس کی جیب کاٹوں اور مالدار بن جاؤں۔ وہ ہر حال میں شکر ادا کرتا ہے۔ اس کے برعکس وہ شخص ہے جس کے دل میں تقویٰ نہیں ہے تو اس کا دل پریشان ہے۔ اسے سکون حاصل نہیں ہے اور ان اعصابی بیماریوں کی وجہ سے معدہ کی تکلیف ہو جاتی ہے اور پتہ نہیں اسے کون کون سی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں لیکن اس کے برعکس وہ شخص جو متقی و پرہیزگار ہے ان تمام بلاؤں اور بدبختیوں سے بچا ہوا ہے۔

ماہنامہ
افکارِ العارف
MONTHLY AFKAR-E-AL-ARIF
LAHORE

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا

(حضرت علیؑ)

جون جولائی 2026ء | جلد نمبر 18 | شمارہ نمبر: 06

ڈیکلریشن نمبر: PCPB-495 رجسٹرڈ نمبر: CPL-60

دامن العارف میں

شہید امت امام مستضعفین جہاں، رہبر معظم شہید کے جنازے کے اجتماعات کا پیغام اور عزم	اداریہ	2
رہبرِ معظم انقلاب کا بیانیہ جو انہوں نے رہبر شہید کی تدفین کے موقع پر جاری کیا	/	5
قیامِ امام حسین علیہ السلام کا فلسفہ اور اس کے اہداف (امام حسین علیہ السلام کی نظر میں)	کتابچہ: حماسۂ حسینی	6
ایک نئی تاریخ رقم	ڈاکٹر راشد عباس نقوی	14
ایک اسٹریٹجک پیغام	کاظم انبارلوئی	16
واقعہ کربلا: دورِ بنوامیہ میں رثائی و مزاحمتی شاعری کا قتل	عامر حسینی	17
هَيْهَاتَ مِنَّا الذِّلَّةُ۔۔۔ ''ذلت ہم سے دور ہے''	ارشاد حسین ناصر	20
علامہ محمد اقبال کا امام حسین علیہ السلام کو خراج عقیدت	شفقنا	22
ہم اور امام حسین علیہ السلام	محمد ہادی صحرائی	28
تاریخی شہید امت کانفرنس، حالات، واقعات، اثرات	ارشاد حسین ناصر	31
اِک جنازہ اٹھا مقتل سے عجب شان کیساتھ؛ شہید رہبر کے جنازے کا احوال	آئی ایچ این	36
رہبر شہید کا جنازہ۔ شہادت نامہ۔	آیت اللہ جوادی آملی	42
کبھی نہ بجھنے والی انتقام کی آگ؛ غم و غصے کا بحر بیکراں تاریخی وداع سے روحانی رخصتی تک	یداللہ ربیعی	43
ہمیں ٹرمپ کا سر چاہیے!	حسین شریعتمداری	46
امام مستضعفین، شہید امت۔۔۔	/	48

مینجنگ ایڈیٹر: حیدر ثقفی

ایڈیٹر: ارشاد حسین ناصر

خاتون ایڈیٹر: خواہر عظمیٰ شیرازی

لیگل ایڈوائزر: سید عون سجاد ایڈووکیٹ

مجلس ادارت

- مولانا ظہیر الحسن کربلائی
- سید نثار علی ترمذی
- ڈاکٹر نذر حافی
- اطہر عمران
- مولانا ساجد گوندل

ادارے کا مراسلہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

بیرون ملک نمائندگان

لبنان: علی اکبر کویت: ذوالفقار مطہری

تہران: سید اصغر کاظمی قم المقدس: سید مدثر ترمذی

امریکہ: سجاد بلوچ برطانیہ: چوہدری امین طاہر

قیمت فی شمارہ 100 روپے زرِ اشتراک بیرون از ملک

زرِ سالانہ 1000 روپے بھارت، ایران، سعودی عرب، ابوظہبی، کویت، امریکہ، لبنان، یوکے 25 ڈالرز

پبلشر ارشاد حسین نے بینکوئٹ پریس لاہور سے چھپوا کر 5۔ مسلم ٹاؤن موڑ وحدت روڈ، لاہور سے شائع کیا۔

Afkaralarif@gmail.com

برائے رابطہ: ماہنامہ افکار العارف المصطفٰے ہاؤس 5۔ مسلم ٹاؤن موڑ وحدت روڈ لاہور فون 0423-5912650 0333-4424817

اداریہ

ہم کل بھی سردارِ صداقت کے امین تھے ہم آج بھی انکارِ حقیقت نہ کریں گے

شہید امت امام مستضعفین جہاں، رہبر معظم شہید کے جنازے کے اجتماعات کا پیغام اور عزم

شہید امت، امام مستضعفین جہاں، رہبر معظم سید علی حسینی خامنہ ای کے جنازے کے پانچ شہروں ایران و عراق میں لگ بھگ چار کروڑ تیس لاکھ لوگ شریک ہوئے، پاکستان سے بھی بہت سے عقیدت منداس موقع پہ پہنچنے میں کامیاب ہوئے، حکومت ایران کی طرف سے بھی بہت سے طبقات جن میں علماء قائدین، اداروں کے سربراہان، صحافی، سوشل میڈیا انفلوانسرز، یوٹیوبرز، بلاگرز، فوٹوگرافرز کو خصوصی دعوت دی گئی تھی، یہ ایک تاریخی موقع تھا جس میں شرکت تاریخ کے ایک ایسے باب میں اپنا نام درج کروانا اور اپنی کھلی آنکھوں سے اس جگہ موجود ہونا جہاں دنیا بھر کے لوگ کروڑوں کی تعداد میں شریک ہو کے ایک شخصیت، ایک سوچ، ایک فکر، ایک نظریہ سے اپنی وابستگی کا اظہار کر رہے تھے، یہ واقعی ایک تاریخی موقع تھا، جو لوگ بھی اس پروگرام میں کسی بھی جگہ تہران، قم المقدسہ، نجف، کربلا عراق، مشہد مقدس جنازوں میں شریک تھے انہوں نے ایک ایسے باب تاریخ کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا جو بہت دور تک ہماری اسلامی، مزاحمتی، مقاومتی، جہادی، دینی جدوجہد میں اپنا نمایاں کردار پیش کرتا رہے گا۔

امام خامنہ ای کو 28 فروری کو امریکہ و اسرائیل نے ایک شدید ہوائی حملے میں شہید کر دیا تھا، جس کے بعد ایران امریکہ و اسرائیل جنگ شروع ہوئی جو انتالیس دن تک مسلسل جاری رہی، اور چالیسویں روز امریکہ کی جانب سے مقاصد کے حصول کی خود ساختہ کامیابی کے اعلان کیساتھ جنگ بندی کا اعلان کیا گیا تھا، مسلسل جنگ، پھر جنگ بندی، خلاف ورزیوں اور شدید حملوں کے بعد ایسا ماحول بنا رہا کہ رہبر مسلمین جہاں کے شایان شان جنازہ و تدفین کا انتظام کرنا ممکن نہیں تھا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ امریکی صدر نے دوران جنازہ تقریبات دھمکی بھی دی اور اسی دوران حملہ بھی کیا گیا یہ حملہ کسی بارڈر ایریا کے علاوہ مشہد شہر کے قریب ایک ریلوے ٹریک جو تہران سے مشہد زائرین تشریف لے جا رہے تھے، اس حملے کو پوری دنیا نے کوریج دی چونکہ یہ ایک ایسا موقع تھا جب دنیا بھر کا میڈیا ایران موجود تھا

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ امریکہ ایک ناقابل اعتبار ریاست ہے بالخصوص جب ٹرمپ جیسا صدر ہے جو ایک دن جنگ بندی معاہدہ کرتا ہے اور پھر دوسرے دن حملہ آور ہو جاتا، ٹرمپ نے

اپنے ان محسنین کو بھی شرمندہ کیا ہے کہ جو اس کو جنگ کی اس دلدل سے نکالنے میں مددگار ہیں، پاکستان وقطر جیسے ممالک جنہوں نے مسلسل جنگ بند کروانے اور کسی معاہدہ تک پہنچنے کیلئے بھرپور کردار ادا کیا ہے ان کو بھی امریکی عہد شکنیوں سے شرمندگی کا سامنے کرنا پڑتا ہے، اس میں بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ جنگ بندی معاہدہ کروانا امریکہ کی خواہش ہوتی ہے ایرانی حکومت نے کسی ایک ثالث کو نہیں کہا کہ ہم بہت بری طرح پھنس چکے ہیں ہمیں اس دلدل سے نکلوانے کیلئے میدان میں نکلو۔

رہبر مسلمین و مستضعفین کی نمز جنازہ کی تاخیر اور شایان شان طریقہ سے ہونے والے کروڑوں کے اجتماعات، لوگوں کے جذبات، احساسات، خیالات، مطالبات دیکھ سن کے اس جنازہ کی تاخیر کی وجوہات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اہل ایران واقعی بہت دور اندیش اور منصوبہ بندی سے چلنے والے لوگ ہیں، انہوں نے جنازہ و تدفین کے ذریعے بھی بہت سے پیغامات دے دیے ہیں، دنیا بھر سے حکومتی وفود، علماء کرام، سوشل و سیاسی گروہ، جہادی و مزاحمتی تنظیمات کی برجستہ شخصیات، سوشل میڈیا انفلوئنسرز و یوٹیوبرز و رپورٹرز و کیمرہ میں، الغرض بیسیوں ممالک کے وفود کو جنازے کے اجتماع میں شریک دیکھ کر دنیا پہ یہ واضح ہو گیا کہ ایران دنیا سے کٹا ہوا، سفارتی تنہائی کا شکار ملک نہیں ہے، ان اجتماعات میں شریک کروڑوں شرکاء کہ جن کی بڑی تعداد اہل ایران تھے کی طرف سے سامنے آنے والے جذبات، شعار، مطالبات سے ہر ایک کو یہ خبر ہو گئی کہ اہل ایران کیا چاہتے ہیں، ان پہ اس جنگ، اس میں ہونے والے نقصانات، شہادتوں مزاکرات اور ملاقاتوں کے بعد کیا سوچنا ہے، ان کا کیا رخ ہے اور حکومتی شخصیات کیلئے ان حدود و قیود کو کراس کرنا کس قدر مشکل ہوگا جو عوام طے کر چکے ہیں۔

جیسے ان جانزوں کے اجتماعات کا نچوڑ نکالا جائے اور پیغام آخر کے طور پہ دیکھا جائے تو یہی ہے کہ رہبر معظم شہید امت کے قتل میں ملوث ہر ایک شخص سے اس کے کردار کے مطابق انتقام لیا جائے گا، موجود رہبر معظم آیت اللہ مجتبیٰ خامنہ ای نے بھی اس موقع پہ جو پیغام جاری کیا وہ عوامی مطالبے کے مطابق اس جرم کے شریک ہر بندے سے اس کا حساب لینے کا عزم ہے۔

اگر دیکھا جائے تو امریکی جرائم کی جمہوری اسلامی ایران کے خلاف فہرست بہت طویل ہے سینتالیس برس سے مسلسل ایران، اہل ایران پہ امریکہ نے اپنے اتحادیوں نے مظالم کی ایک طویل داستان رقم کی ہے، مگر رہبر معظم کی شہادت کا جرم کسی بھی صورت ناقابل معافی ہے جس کا انتقام واضح و کھلے طور لیا جانا ہی حق ادا کرنا ہے چاہے اس کیلئے جو بھی قیمت ادا کرنی پڑی شیاطین کو اس کی سزا ملنی چاہیے۔

ایران کیلئے یہ سزا دینا شاید مشکل ضرور ہے ناممکن نہیں ہاں اگر ایران کے ہمسائے مسلمان ممالک کی خیانتیں و سہولت کاریاں امریکہ کے ساتھ نا ہوں تو پھر تو خطے میں امریکہ کیلئے ڑے قدم رکھنا بھی ممکن نا ہو افسوس کہ عرب و عجم جن میں ترکیہ جیسا ملک بھی شامل ہے جہاں سے امریکہ کو چالیس روزہ جنگ میں مکمل سہولتکاری ہو رہی تھی ان نیٹو کے اجلاس کے دوران جب جنگ بندء معاہدہ کے دستخطوں کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی ٹرمپ نا صرف ایران کو دھمکاتا ہے بلکہ حمہ آور بھی ہوتا ہے، اس جگہ ایک مغربی ملک اٹلی امریکی صدر کے اقدامات و زیادتیوں سے لاتعلقی کا اعلان کر سکتا ہے مگر مسلمان ہمسایہ ملک ترکی ایک لفظ کہنے کی جرات نہیں کرتا، جس کی وجہ سے صدر ٹرمپ ترکیہ کے حکمران نام نہاد خلیفہ سلطنت العثمانیہ کی تعریفوں کے پل باندھتا ہے، ترکی کا کردار ہر طرف انتہائی منافقانہ ہی دیکھا جا رہا ہے ایک طرف اسرائیل کیساتھ سفارتی و تجارتی تعلقات اپنے عروج

پہ اور دوسری طرف تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ ترکیہ اسرائیل دشمنی چل رہی ہے، اگر ترکیہ اہل غزہ کے مظلومین کا ساتھ دیتا اور اسرائیل کو غزہ کو تباہ کرنے میں اتنی آسانی نا ہوتی، جس طرح اس نے دو برس میں غزہ کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا ہے اور اب حماس کو غیر مسلح کرنے کے منصوبے پہ عمل پیرا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ امت مسلمہ اگر کھل کے ایران کیساتھ کھڑی ہوتی اور منافقت، سہولت کاری نا دکھاتی تو انسانیت کے دشمن امریکہ اور اس کے لے پالک اسرائیل کے نجس پنجوں سے اس کی آزادی کی تاریخ لکھی جا چکی ہوتی جو امام خامنہ ای شہید کا بھی ایک ہدف و مقصد تھا جسے وہ دنیا بھر کے مسلمانوں اسکی قیادتوں اور علماء و سیاستدانوں کو کھل کے دعوت دیتے رہے تھے۔

اب بھی یہی امید ہے کہ جمہوری اسلامی ایران کی حکمت عملی اور اسکی مخلصین خدا قیادت و رہبری کی بدولت اور اہل ایران کے جذبہ و اعتماد کو دیکھتے ہوئے استعمار جہاں کی نابودی و ظلم کو جلد دفن کر دینے کا منظر ہم سب اپنی جیتی آنکھوں سے دیکھ سکیں گے۔ انشاء اللہ

ماھنامہ العارف

قارئین محترم

السلام علیکم

موجودہ شمارہ دراصل محرم الحرام نمبر تھا جو جون میں پیش خدمت ہونا تھا، اس کو اسی مناسبت سے تیار بھی کیا گیا تھا مگر بعض وجوہات کی وجہ سے جاری نا کیا جا سکا، اب چونکہ محرم کا اختتام ہے اور رہبر معظم کے جنازے کے پانچ شہروں میں پروگرامز نے دنیا میں ایک تحول پیدا کی اہے تو اس مناسبت سے کچھ مواد تبدیل کیا گیا ہے اور جون، جولائی کا مشترکہ شمارہ مرتب کر کے پیش کیا گیا ہے۔۔ احباب کو بار ہا گزارش کی جاتی ہے کہ العارف سے محبت کا تقاضا ہے کہ لکھنے والے احباب بھرپور تعاون فرمائیں اب چونکہ ممبر شپ تو ہو نہیں رہی، یہی تعاون ادارے کیساتھ فرماویں تو بروقت، بہترین مجلہ پیش خدمت کیا جا سکتا ہے۔

مجلس ادارت

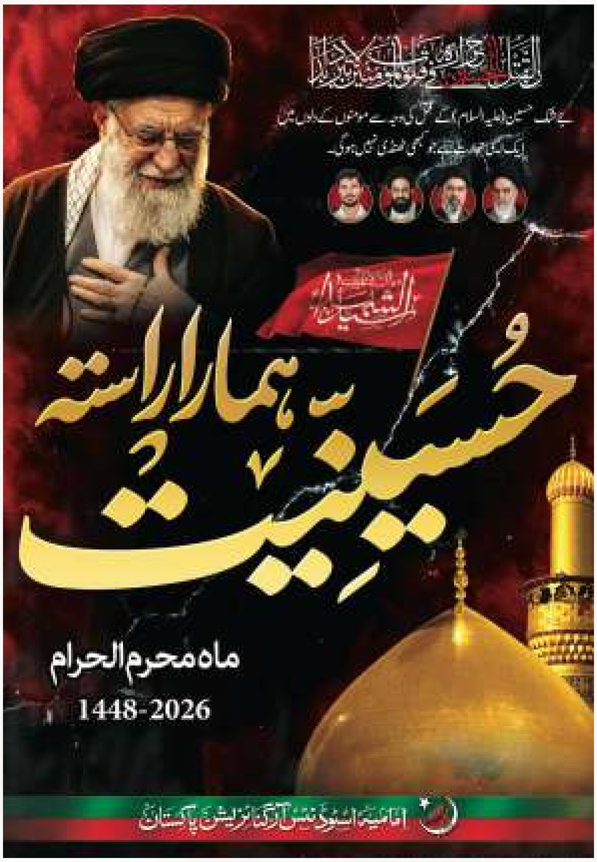

رہبرِ معظم انقلاب کا بیانیہ

جو انہوں نے رہبر شہید کی تدفین کے موقع پر جاری کیا

''انتقام ہماری قوم کا مطالبہ ہے اور یہ لازمی طور پر پورا ہو کر رہے گا''

رہبرِ معظم انقلاب:

میں اپنے شہید پیشوا سے عرض کرتا ہوں:

اے مظلوم مقتول! اے سرفراز مظلوم! اے خدا کے نیک بندے! اب جب کہ ہم اشکبار آنکھوں اور شکستہ دلوں کے ساتھ آپ کے پیکر (جنازے) کو الوداع کہہ رہے ہیں، ہم آپ سے یہ عہد کرتے ہیں کہ آپ کے مکتبِ فکر کی پاسداری کریں گے، آپ کے دکھائے ہوئے اس سیدھے راستے پر استقامت کے ساتھ چلیں گے اور اس راہ میں آنے والی سختیوں سے نہ ڈریں گے، اور آپ کی طرح الٰہی بشارتوں اور وعدوں پر بھروسہ کریں گے۔

ہم عہد کرتے ہیں کہ آپ کے پاک خون اور ان دونوں جنگوں کے تمام شہداء کا انتقام ان مجرم قاتلوں اور بے آبرو لوگوں سے لیں گے۔ یہ انتقام ہماری قوم کی خواہش ہے اور یہ ہر صورت میں پورا ہوگا۔

یہ مجرم، جن کی ایک لمبی فہرست موجود ہے، وہ بستر پر ایک پرسکون موت کی خواہش کو اپنے ساتھ قبر میں لے جائیں گے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ عمل (انتقام) صرف میری یا دیگر ذمہ داروں کی موجودگی پر منحصر نہیں ہے۔

ہم ہوں یا نہ ہوں، یہ مقصد حاصل ہو کر رہے گا اور جلد ہی دنیا بھر کے آزاد لوگوں کے گروہ اس الٰہی مشن کے مختلف حصوں کو پورا کریں گے۔

(رہبر معظم انقلاب آیت اللہ العظمیٰ سید مجتبیٰ خامنہ ای کے حالیہ بیان سے اقتباس)

''جلد ہی دنیا کے آزاد منش لوگ اس الٰہی مقصد کے ایک حصے کو سرانجام دیں گے۔''

قیامِ امام حسین علیہ السلام کا فلسفہ اور اس کے اہداف

(امام حسین علیہ السلام کی نظر میں)

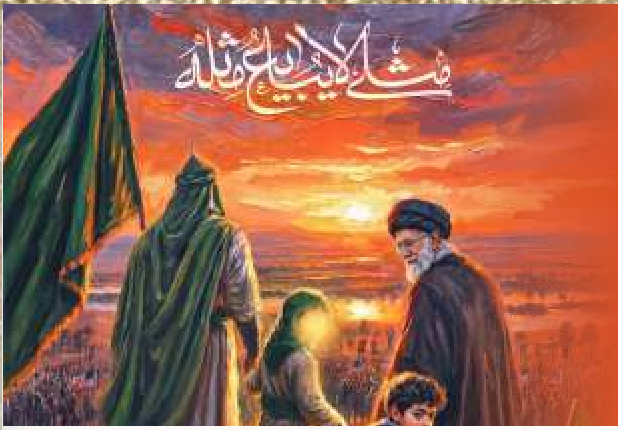

امام حسین علیہ السلام کے فلسفہ قیام اور اس کے اہداف کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی ایک روشن اور واضح تصویر پیش نہیں کرتی اور بعض تو ان میں سے اس قیام کے اہداف اور مقاصد کے لئے بالکل مناسب اور اس کی شان کے خلاف ہیں۔ اگر کوئی تاریخ عاشورہ پر تحقیق کرنے والا شخص چاہے کہ اس قیام کی ماہیت کو صحیح طور پر سمجھ سکے تو اسے پہلا قدم یہ اٹھانا ہوگا کہ امام ع کی زندگی، شخصیت ان کے مقام اور امام معصوم کے مرتبے کے بارے میں لازمی اور ضروری شناخت حاصل کرنے کیلئے امام علیہ السلام کے خطبات، ان کی گفتگو کہ جو امام ع نے قیام کے مختلف مواقع پر کہ جس میں امام نے اپنے قیام کے انگیزہ اور ہدف کو بیان کیا ہے کو عمیق انداز میں مطالعہ کرے تاکہ وہ امام علیہ السلام کے فلسفہ قیام اور اس قیام کی ماہیت کو سمجھ سکے۔

اس مقدمہ کے ساتھ ایک بہترین اور مطمئن ترین سند کہ جو فلسفہ قیام امام حسین علیہ السلام اور سید الشہداء علیہ السلام کی نہضت اور اس کے اہداف کو سمجھنے کے لئے اہم ہے وہ خود امام حسین ع اور دیگر ائمہ کے اس بارے میں کلمات ہیں اسی طرح وہ خطبات، گفتگو اور امام حسین علیہ السلام کا وصیت نامہ کہ جو امام علیہ السلام سے صادر ہوا ہے اس قیام کے اہداف اور اس کے انگیزہ کو بیان کرتا ہے اس کے علاوہ امام علیہ السلام کے بارے میں نقل ہونے والے مختلف زیارت نامے اور ان کی تعبیریں کہ جو دیگر ائمہ علیہم السلام سے نقل ہوئی ہیں ان میں بھی امام علیہ السلام کے قیام کے ہدف اور انگیزہ کو بیان کیا گیا ہے۔ ہم اس موضوع پر بعض موارد پر مطالعہ اور تحقیق کرتے ہیں اور ان میں سے امام علیہ السلام کے قیام کے اہداف کی فہرست کو استخراج کرتے ہیں اور اس کی تفسیر و توضیح اور تجزیہ و تحلیل کرتے ہیں۔

ا) امام حسین علیہ السلام نے مختلف اسلامی مناطق سے تعلق رکھنے والے علماء اور خواص کے ایک گروہ کو مخاطب کر کے مکہ میں پر جوش اور ہلا دینے والا خطبہ بیان فرمایا اور اس میں وہ بھاری اور اہم ذمہ داری کہ جو علماء اور خواص اور بزرگان شہر پر دین کی پاسداری، دین کی بنیاد، مسلمانوں کے اعتقادات، اموی حکمرانوں کے سیاہ کارناموں کے مدمقابل عائد ہوتی ہے کو بیان فرمایا اور ان اموی حکمرانوں کی دین ستیزانہ سیاست پر خاموشی پر تنقید کرتے ہوئے ان کی ہمراہی اور ان کے ساتھ ساز باز کو ایک ناقابل معافی گناہ کے طور پر بیان کیا۔

امام علیہ السلام نے اپنی گفتگو کے آخر میں اس ظالم نظام اور ستمگر حاکم کے خلاف اقدامات اور فعالیت کے ہدف کو بیان کیا جس کو سال بعد ایک تحریک کی شکل میں شروع کیا اور اس طرح اعلان فرمایا:

عَنْ الْحُسَيْنِ عليه السلام اَللّهُمَّ إنَّكَ تَعْلَمُ إنَّهُ لَمْ يَكُنْ ما كانَ مِنّا تَنافُسا فى سُلْطانٍ وَ لاَ الْتِماسا مِنْ فُضُولِ الْحُطامِ وَلكِنْ لِنَرُدَّ الْمَعالِمَ مِنْ دينِكَ وَ نُظْهِرَ الاْصْلاحَ فى بِلادِكَ وَ يَأْمَنَ الْمَظْلُومُونَ مِنْ عِبادِكَ وَ يُعْمَلَ بِفَرائِضِكَ وَ سُنَنِكَ وَ أَحْكامِكَ۔

خدایا تو جانتا ہے کہ ہم نے جو کچھ انجام دیا طاقت حاصل کرنے کی خواہش سے نہیں تھا اور نہ ہی دنیا سے کچھ حاصل کرنے کے لئے بلکہ اس لئے کہ ہم تیرے مذہب کی نشانیاں (لوگوں کو دکھاسکیں) اور ان کو (ان کی جگہ) بحال کر سکیں اور تیری زمینوں کی اصلاح چاہتے ہیں تاکہ تیرے مظلوم بندوں کو سلامتی اور سکون ملے اور تیری تعین کردہ واجبات، سنتیں اور احکام بحال ہوسکیں۔ (تحف العقول: ۲۳۹)

ان جملات پر توجہ کرنے سے امام حسین علیہ السلام کے اقدامات اور فعالیت کے بارے میں ہم چار اصلی اہداف کو سمجھ سکتے ہیں کہ جو انہوں نے یزید کی حکومت کے دور میں انجام دیئے۔

الف) حقیقی اور خالص اسلام محمدی کے مظاہر اور نشانیوں کو زندہ کرنا۔

ب) اسلامی مملکت میں لوگوں کی صورتحال کی اصلاح اور بہبود۔

ج) مظلوم عوام کی حفاظت کو یقینی بنانا۔

د) احکام الٰہی اور ان پر عمل درآمد کیلئے مناسب موقعیت ایجاد کرنا۔

۲) امام علیہ السلام نے مدینہ سے نکلتے وقت اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے وداع کرتے ہوئے ان کیلئے جو وصیت نامہ لکھا اس میں اپنے قیام کے ہدف کو اس طرح بیان فرمایا:

امام حسین علیہ السلام کا وصیت نامہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ھٰذٰا مٰا اَوۡصٰی بِہِ اَلۡحُسَیۡنُ بۡنُ عَلِیٍّ اِلٰی اَخِیہِ مُحَمَّدِ بۡنِ الۡحَنَفِیَّۃِ اَنَّ الۡحُسَیۡنَ یَشۡھَدُ اَنۡ لاٰ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحۡدَہُ لاٰ شَرِیکَ لَہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہُ وَ رَسُوۡلُہُ جٰاءَ بِالۡحَقِّ مِنۡ عِنۡدِہِ وَاَنَّ الۡجَنَّۃَ حَقٌّ وَ النّٰارَ حَقٌّ وَ السّٰاعَۃَ آتِیَۃٌ لاٰ رَیۡبَ فِیۡھٰا وَاَنَّ اللّٰہَ یَبۡعَثُ مَنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ وَ اِنِّی لَمۡ اَخۡرُجۡ اَشَرًا وَلاٰ بَطَرًا وَلاٰ مُفۡسِدًا وَلاٰ ظٰالِماً وَاِنَّمٰا خَرَجۡتُ لِطَلَبِ الۡاِصۡلاٰحِ فِی اُمَّۃِ جَدّی (ص) اُرِیدُ اَنۡ آمُرَ بِالۡمَعۡرُوفِ وَ اَنۡھٰی عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ اَسِیۡرَ بِسِیرَۃِ جَدّی وَ اَبِی عَلِیِّ بۡنِ اَبِیطٰالِبٍ فَمَنۡ قَبِلَنی بِقَبُولِ الۡحَقِّ فَاللّٰہُ اَوۡلٰی بِالۡحَقِّ وَمَنۡ رَدَّ عَلَیَّ ھٰذٰا اَصۡبِرُ حَتّٰی یَقۡضِیَ اللّٰہُ بَیۡنی وَ بَیۡنَ الۡقَوۡمِ وَ ھُوَ خَیۡرُ الۡحٰاکِمِینَ وَ ھٰذِہِ وَصِیَّتی اِلَیۡکَ یٰا اَخی وَمٰا تَوۡفِیقی اِلاّٰ بِاللّٰہِ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَاِلَیۡہِ اُنِیبُ۔

(مقتل خوارزمی، ج1، ص8-18189)

”یہ حسین ابن علیؑ کی اپنے بھائی محمد ابن حنفیہ کو وصیت ہے کہ حسین گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور محمدؐ اس کے عبد اور رسول ہیں جو اس کی طرف سے برحق مبعوث ہوئے۔ اور یہ کہ جنت حق ہے اور آگ (جہنم) حق ہے اور قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے اور یقیناً اللہ انہیں زندہ کرے گا جو قبروں میں ہیں اور میں نے طغیان اور تکبر اور فساد کرنے اور ظلم کرنے کے لئے قیام نہیں کیا اور میں نے صرف اپنے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں اصلاح چاہنے کے لئے قیام کیا ہے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہتا ہوں اور اپنے نانا اور اپنے باپ علی ابن ابی طالبؑ کی سیرت پر چلنا چاہتا ہوں لہٰذا جس شخص نے اس حق کو مجھ سے قبول کرلیا (اور میری پیروی کی) تو اس نے اللہ کے راستے کو قبول کیا ہے اور جس نے مجھے ردّ کر دیا (اور میری پیروی نہ کی) تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ میرے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کرے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور یہ میری وصیت ہے آپ کو اے میرے بھائی اور میری توفیق صرف اللہ کی طرف سے ہے، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف (اپنے تمام معاملات میں) رجوع کرتا ہوں۔“

امام حسین علیہ السلام اس وصیت نامہ میں فرماتے ہیں:

وَ اِنِّی لَمۡ اَخۡرُجۡ اَشَرًا وَلاٰ بَطَرًا وَلاٰ مُفۡسِدًا وَلاٰ ظٰالِماً وَ اِنَّمٰا خَرَجۡتُ لِطَلَبِ الۡاِصۡلاٰحِ فِی اُمَّۃِ جَدّی (ص) اُرِیدُ اَنۡ آمُرَ بِالۡمَعۡرُوفِ وَ اَنۡھٰی عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ اَسِیۡرَ بِسِیرَۃِ جَدّی وَ اَبِی عَلِیِّ بۡنِ اَبِیطٰالِبٍ۔

میں خودخواہی یا سیر و تفریح کے لئے مدینہ سے نہیں نکل رہا اور نہ ہی میرے سفر کا مقصد فساد اور ظلم ہے بلکہ میرے اس سفر کا مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے اس سفر کے دوران امت کے مفاسد کی اصلاح کروں۔ اپنے جد امجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قوانین اور ان کی سنتوں کو زندہ کروں اور اپنے پدر بزرگوار علیؑ کا راستہ اور ان کا طرز عمل اپناؤں۔

امام حسین (ع) نے قبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر ایک اور مقام پر فرمایا:

اَللّٰھُمَ اِنِّی اُحِبُّ المَعرُوف وَ انکِرُ المُنکَرَ وَ اَسأَلُكَ یا ذَاالجَلالِ وَ الاِکرامِ بِحَقِّ ھذَا القَبرِ وَ مَن فیہِ اِلّا اختَرتَ لی ما ھُوَلَكَ رِضیً وَلِرَسُولِكَ رِضیً

”خدایا! میں معروف سے محبت کرتا ہوں اور مجھے برائی اور منکر سے نفرت ہے۔ اے عظمت و وقار کے خدا، اس قبر اور اس شخص کے حوالے سے جو اس قبر میں موجود ہے، میں تم سے طلب کرتا ہوں کہ کوئی ایسا راستہ اختیار کروں جو تمہیں اور تمہارے نبی کو پسند ہو۔“ (مقتل خوارزمی، ج1 ص186)

امام حسین علیہ السلام کی مختلف زیارات کہ جو آئمہ علیہم السلام سے نقل ہوئی ہیں ان میں یہ تعابیر بہت زیادہ استعمال ہوئی ہیں۔

أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ أَقَمْتَ الصَّلاةَ، وَآتَيْتَ الزَّكَاةَ، وَأَمَرْتَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ

”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی آپ نے نیک کاموں کا حکم دیا اور برے کاموں سے منع فرمایا“ (کامل الزیارات: ص۳۸۱)

ان عبارتوں سے استفادہ کرتے ہوئے امام حسین علیہ السلام کے قیام کیلئے درج ذیل اہداف کو بیان کیا جاسکتا ہے:

الف) اُمّتِ رسول خداؐ کے امور کی اصلاح

ب) امر بہ معروف

ج) نہی از منکر

د) رسول خدا ص اور امیر المومنین علی ع کی سیرت پر عمل پیرا ہونا۔ جیسے نماز کا قیام، زکات کی ادائیگی۔

۳) امام حسین علیہ السلام نے وہ خط کہ جو مکہ میں اقامت کے دوران کوفہ کے اشرف اور بزرگان کے دعوت نامے کے جواب میں لکھا اور کوفہ والوں کو کوفہ آنے کے بارے میں بتایا اس خط میں اپنے قیام کا فلسفہ اس طرح بیان فرمایا:

فَلَعَمْرِی مَا الاِمامُ إلاَّ الْعامِلُ بِالْکِتابِ، وَ الأَخِذُ بِالْقِسْطِ، وَ الدَّائِنُ بِالْحَقِّ، وَ الْحابِسُ نَفْسَهُ عَلی ذاتِ اللهِ وَ السَّلامُ۔ (۱)

''مجھے اپنی جان کی قسم! امام اور رہبر صرف وہی ہے جو کتاب خدا کے مطابق عمل کرتا ہے اور انصاف کی پاسداری کرتا ہے، دین حق کو قبول کرتا ہے اور اپنے آپ کو خدا کی راہ میں وقف کرتا ہے۔'' (الارشاد، شیخ مفید، ج ۲ ص ۳۹)

امام علیہ السلام اپنے اس خط میں اپنے قیام کا ہدف حکومت قائم کرنا بیان فرما رہے ہیں ایک ایسی حکومت کہ جس کا رہبر و پیشوا درج ذیل صفات اور امتیازات کا حامل ہو:

الف) کتاب خدا کی بنیاد پر حکم کرے

ب) معاشرے میں عدالت کو قائم کرے

ج) دین خدا کا معتقد اور متدین ہو۔

د) اپنے آپ کو خدا کی ذات اور اہداف الٰہی کے متحقق ہونے کیلئے وقف کرے۔

۴) حسین ابن علی علیہ السلام نے وہ خط کہ جو بصرہ کے بزرگان کو اپنی ہمراہی اور ساتھ دینے کی دعوت کیلئے لکھا اس میں اپنی تحریک کے اسباب اور اہداف کو اس طرح بیان فرمایا:

وَ أَنَا أَدْعُوکُمْ إِلی کِتابِ اللّهِ وَ سُنَّةِ نَبِیِّهِ (صلی الله علیه وآله)، فَإِنَّ السُّنَّةَ قَدْ أُمِیتَتْ، وَإِنَّ الْبِدْعَةَ قَدْ أُحْیِیَتْ۔

''اور میں آپ کو خدا کی کتاب اور اس کے نبی اکرم ص کی سنت کی طرف بلاتا ہوں، کیونکہ (اس گروہ کے ہاتھوں) رسول اللہ کی سنت تباہ ہو چکی ہے اور (مذہب میں) بدعت کو زندہ کیا گیا ہے۔'' (تاریخ الامم والملوک، طبری، ج ۵، ص ۳۵۷)

امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ ابن مطیع کے جواب میں فرمایا:

ان اھل الکوفة کتبوا الی یسالوننی ان اقدم علیھم لما رجوا من احیاء معالم الحق و اماتة البدع۔

''کوفہ کے لوگوں نے خط لکھے اور مجھ سے درخواست کی کہ میں ان کے پاس جاؤں، اس امید کے ساتھ کہ (میری رہبری و حکمرانی میں) حق کی نشانیوں کو زندہ اور بدعتوں کو نابود کیا جا سکے۔'' (الاخبار الطوال، ابوحنیفہ دینوری، ص ۳۶۴)

امام علیہ السلام نے اسی طرح بصرہ کے شیعوں کو ایک خط میں لکھا:

فَإنِّی أَدْعُوکُمْ إلی إحْیاءِ مَعالِمِ الْحَقِّ وَ إماتَةِ الْبِدَعِ۔ ۔

(الاخبار الطوال، ابوحنیفہ دینوری، ص ۳۴۲)

میں آپ کو حق کی نشانیوں کو زندہ کرنے اور بدعتوں کو ختم کرنے کے لئے دعوت دیتا ہوں۔

امام علیہ السلام کے ان تمام خطوط اور ان کے جوابات سے تحریک عاشورا کے لئے مندرجہ ذیل اہداف کو استخراج کیا جا سکتا ہے:

الف) کتاب خدا اور سنت رسول خدا ص پر عمل کی دعوت۔

ب) سنت پیغمبر ص کہ جو نابود ہو چکی تھی اس کو زندہ کرنا اور حق و حقیقت کے مظاہر کو برپا کرنا۔

ج) ان بدعتوں کا خاتمہ کرنا کہ جو احکام خدا اور سنت پیغمبر ص کی جگہ لے چکی تھیں۔

۵) ابا عبداللہ علیہ السلام نے وہ خطبہ کہ جو منزل بیضہ پر حر بن یزید ریاحی کے لشکر سے ملاقات کے موقع پر فرمایا اس میں رسول خدا صلی اللہ وآلہ وسلم کی حدیث کو مورد استناد قرار دیتے ہوئے اپنے قیام کے انگیزہ کو اس طرح بیان کیا۔

أَیُّهَا النّاسُ؛ إِنَّ رَسُولَ اللّهِ (صلی الله علیه وآله) قالَ «مَنْ رَأی سُلْطاناً جائِراً مُسْتَحِلاًّ لِحُرُمِ اللهِ، ناکِثاً لِعَهْدِ اللهِ، مُخالِفاً لِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ، یَعْمَلُ فِی عِبادِ اللهِ بِالاِثْمِ وَ الْعُدْوانِ فَلَمْ یُغَیِّرْ عَلَیْهِ بِفِعْل، وَ لاَ قَوْل، کانَ حَقّاً عَلَی اللهِ أَنْ یُدْخِلَهُ مَدْخَلَهُ۔ أَلاَ وَ إِنَّ هؤُلاءِ قَدْ لَزِمُوا طاعَةَ الشَّیْطانِ، وَ تَرَکُوا طاعَةَ الرَّحْمنِ، وَ أَظْهَرُوا الْفَسادَ، وَ عَطَّلُوا الْحُدُودَ وَاسْتَأْثَرُوا بِالْفَیْءِ، وَ أَحَلُّوا حَرامَ اللّهِ، وَ حَرَّمُوا حَلالَ اللّهِ، وَ أَنَا أَحَقُّ مَنْ غَیَّرَ۔

''اے لوگو! خدا کے نبی (ص) نے فرمایا: جو شخص ظالم بادشاہ کو دیکھے کہ جو حرام خدا کو حلال کرے، خدائی عہد کو توڑے اور خدا کے رسول کی سنت کی مخالفت کرے، وہ خدا کے بندوں کے درمیان گناہ اور ظلم کا مظاہرہ کرے۔ اور وہ اپنے قول و فعل سے اس کے مدمقابل قیام نہ کرے، تو خدا کیلئے سزاوار ہے اس کو اس ظالم بادشاہ (کی جگہ) عذاب میں ڈالے۔ اے لوگو! اس گروہ

(بنوامیہ) نے شیطان کی اطاعت پر قائم رہ کر خدا کی نافرمانی کی ہے، فساد کو برپا کیا ہے اور خدائی حدود کی تعطیل کروادی ہے۔ انہوں نے، لوگوں کے بیت المال کو اپنے لئے مختص کرلیا ہے، حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کردیا ہے اور میں (جو خدا کے رسول کی اولاد ہوں) (مسلمانوں کی) اس صورت حال کو بدلنے کے لئے سب سے زیادہ مستحق ہوں۔''

(تاریخ الامم والملوک، طبری، ج ۵، ص ۳۵۷)

اس خطبے سے امام حسین علیہ السلام کے قیام کے اسباب، بنوامیہ کے حکمرانوں بالخصوص یزید کے دین مخالف اقدامات کے خلاف قیام کو سمجھا جا سکتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

الف) شیطان کی اطاعت اور فرمانبرداری اور اطاعت خدا کو ترک کردینا۔

ب) زمین پر کھل کر فساد کرنا۔

ج) احکام وحدود الٰہی کو ترک کردینا (احکام دین کی چھٹی کروادینا)۔

د) بیت المال کو اپنے لئے مختص کرلینا۔

ھ) حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کرنا۔

اسی لئے ہم امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے احکام الٰہی وسنت رسول خداص اور سنت امیرالمومنین ع کو زندہ کیا ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے عمار ابن موسیٰ ساباطی کو زیارت نامہ کی تعلیم دی اور فرمایا جب ہمارے جد حسین ابن علی علیہ السلام کی زیارت کو جاؤ تو اس طرح کہو:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ رِضَاهُ مِنْ رِضَى الرَّحْمَنِ وَ سَخَطُهُ مِنْ سَخَطِ الرَّحْمَنِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِينَ اللهِ وَ حُجَّتَهُ وَ بَابَ اللهِ وَ الدَّلِيلَ عَلَى اللهِ وَ الدَّاعِيَ إِلَى اللهِ أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ حَلَّلْتَ حَلَالَ اللهِ وَ حَرَّمْتَ حَرَامَ اللهِ وَ أَقَمْتَ الصَّلَاةَ وَ آتَيْتَ الزَّكَاةَ وَ أَمَرْتَ بِالْمَعْرُوفِ وَ نَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ دَعَوْتَ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ۔ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

''آپ پر سلام ہو اے خدا کی رضا سے راضی اور خدا کی ناراضگی میں ناراض ہونے والے آپ پر سلام ہو اے خدا کے امانتدار خدا کی حجت، خدا کی طرف لے جانے والے دروازے اور خدا کی طرف بلانے والے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے حلال خدا کو حلال بتایا اور حرام خدا کو حرام قرار دیا آپ نے نماز قائم کی زکوٰۃ دی ہے آپ نے نیک کاموں کا حکم دیا اور برے کاموں سے منع فرمایا آپ نے اپنے رب کے راستے کی طرف دانش مندی اور بہترین نصیحت کے ساتھ دعوت دی۔'' (مفاتیح الجنان، شیخ عباس قمی، زیارت مطلقہ امام حسین علیہ السلام، ص ۷۷۹)

اسی طرح ایک اور اور زیارت کے جملے میں نقل ہوا ہے کہ:

أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ أَمَرْتَ بِالْقِسْطِ وَ الْعَدْلِ وَ دَعَوْتَ إِلَيْهِمَا

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے عدل و انصاف کا حکم دیا اور ان کی طرف دعوت دی۔'' (مفاتیح الجنان، ص ۸۰۳)

۶) امام ع جب مقام ''ذی حسم'' پر پہنچے تو وہاں پر دنیا کی بے وفائی پر خطبہ دیا اور آخر میں اپنے قیام کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

أَ لاَ تَرَونَ أَنَّ الحَقَّ لايُعمَلُ بِهِ ، وَ أَنَّ الباطِلَ لايُتَناهى عَنهُ ، لِيَرغَبِ المُؤمِنُ فى لِقاءِ اللّهِ مُحِقّا ، فَإِنّى لاأَرَى المَوتَ إِلاّ سَعادَةً ، وَ لاالحَياةَ مَعَ الظّالِمينَ إِلاّ بَرَما

''کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا (بلکہ اسے چھپانے اور نابود کرنے کی کوشش کی جارہی ہے) اور باطل سے منع نہیں کیا جارہا (بلکہ سب اسکے سامنے سرخم کئے ہوئے ہیں اور کوئی اسکے خلاف آواز اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہے) پس جب ایسا ماحول قائم ہو تو ایسی حالت میں مومن پر لازم ہے کہ وہ اپنے ربّ کے لقاء کی طرف رغبت پیدا کرے (یعنی ظالم کے اس ظلم کے خلاف قیام کرے)۔ کیونکہ ایسی موت میری نظر میں سعادت کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور ظالمین کے ساتھ زندگی گزارنا ذلت اور ننگ و عار ہے۔'' (تاریخ الامم والملوک، طبری، ج ۵، ص ۴۰۴)

امام علیہ السلام نے اپنے قیام کا ایک اور ہدف ذلت کو قبول نہ کرنا بیان فرمایا روز عاشور جب عبیداللہ ابن زیاد کیطرف سے امام حسین علیہ السلام کو قتل ہونے یا یزید کی بیعت کرنے میں سے ایک کو اختیار کرنے کی تجویز پیش کی گئی تو امام نے فرمایا:

أَلاوَإِنَّ الدَّعِيَّ ابنَ الدَّعِيِّ قَد رَكَّزَنِي بَينَ اثنَتَينِ بَينَ السُلَّهِ وَالذِلَّةِ وَهَيهاتَ مِنّا الذِلَّةُ يَأبَى اللّه ذلك لَنا وَ رَسولُهُ وَالمُؤمِنونَ۔

''اس کمینے کے بیٹے کمینے نے مجھے دو کاموں کے درمیان مخیر کردیا ہے موت اور ذلت کی زندگی کے مابین اور بہت بعید ہے کہ میں ذلت کو قبول کروں۔'' (الاحتجاج طبرسی، ج ۲، ص ۹۹)

خدا اور اس کے رسول اور مومنین اس ذلت سے ہمیں دور دیکھنا چاہتے ہیں۔

پھر فرمایا:

وَ هَيهَاتَ مِنَّا اخذ الدَّنِيئَةَ يَأبَى اللّه ذلك لَنا وَ رَسولُهُ وَالمُؤمِنونَ۔

''محال ہے اپنا تن پستی کے سپرد کروں خدا اور اس کے رسول اور مومنین اس

ذلت سے ہمیں دور دیکھنا چاہتے ہیں۔'' (مقتل الحسین، خوارزمی: ج ۲، ص ۷)

یہاں پر جو نکتہ قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام ذلت کو قبول نہ کرنے کو، حکم خدا سیرت رسول خدا ص اور سیرت مومنین سمجھتے ہیں کیونکہ کہ حقیقی مومن خداوند تعالیٰ کے حکم کی پابندی کرتے ہوئے اور رسول خدا کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے کبھی بھی ذلت کو قبول نہیں کرتا۔

امام حسین علیہ السلام نے ایک اور مقام پر فرمایا:

لاوَاللّٰهِ لاأُعطيكُم بِيَدِى إعطاءَ الذَّليلِ وَلاأُفِرُّ فِرارَ العَبيدِ۔

''خدا کی قسم میں ذلیل خوار انسان کی طرح (بیعت کیلئے) اپنا ہاتھ ان (یزیدیوں) کے ہاتھ میں نہیں دوں گا۔ اور نہ غلاموں کی طرح فرار کروں گا۔'' (الارشاد، شیخ مفید، ج ۲، ص ۹۸)

اور پھر فرمایا:

موت فی عز خیر من حیاۃ فی ذل

''عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔''

(مناقب آل ابی طالب، ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۷۵)

امام حسین ع کی ان تمام فرمایشات سے مندرجہ ذیل اہداف کو اخذ کیا جاسکتا ہے:

الف) حق کی ترویج اور اس پر عمل پیرا ہونا۔

ب) باطل کی ترویج اور اس پر عمل پیرا ہونے سے روکنا۔

ج) دنیا کی ذلت کی زندگی کو قبول نہ کرنا اور آخرت کی سعادت مند زندگی کو انتخاب کرنا۔

۷) امام حسین علیہ السلام نے منزل ''ذوحسم'' کے مقام پر نماز عصر کے بعد حر کے لشکر کو مخاطب کر کے خطبہ دیا جس میں فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ، فَاِنَّكُمْ اِنْ تَتَّقُوا اللهَ وَ تَعْرِفُوا الْحَقَّ لِاَهْلِهِ يَكُنْ اَرْضى لِلّٰهِ عَنْكُمْ، وَ نَحْنُ اَهْلُ بَيْتِ مُحَمَّدٍ اَوْلى بِوِلايَةِ هذَا الْاَمْرِ عَلَيْكُمْ مِنْ هؤُلاءِ الْمُدَّعينَ ماليْسَ لَهُمْ۔

''اے لوگو! اگر تم تقوی الٰہی اختیار کرتے ہو اور حق (حکومت) کو ان کے اہل کا حق سمجھتے ہو تو یہ خدا کو زیادہ پسند ہے اور ہم ایسا خاندان ہیں کہ جو ان لوگوں کی نسبت حکومت کے زیادہ حقدار ہیں اور یہ لوگ جو اس حکومت کا ادعا کر رہے ہیں یہ ان کا حق نہیں ہے۔'' (تاریخ الامم والملوک، طبری: ج ۵، ص ۴۰۲)

امام حسین علیہ السلام کے اس فرمان سے پتہ چلتا ہے کہ حکومت تشکیل دینا اور معاشرے کی باگ ڈور سنبھالنا ان کے قیام کے اہداف میں سے تھا۔

۸) امام صادق علیہ السلام زیارت اربعین میں تحریک حسینی کے ہدف کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

وَ بَذَلَ مُهْجَتَهُ فِيكَ لِيَسْتَنْقِذَ عِبادَكَ مِنَ الْجَهالَةِ وَ حَيْرَةِ الضَّلالَةِ۔

''(اے خدا!) حسینؑ نے اپنی جان تیری راہ میں قربان کی تا کہ تیرے بندوں کو جہالت، گمراہی اور سرگردانی سے نجات دیں۔'' (مفاتیح الجنان، زیارت اربعین)

چھٹے امام علیہ السلام کی نگاہ میں سید الشہدا قیام عاشورا کے ذریعے ان اہداف کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔

الف) مسلمانوں کو احکام دین سے بے خبری سے نجات اور پروردگار کی نسبت اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے سے آگاہ کرنا۔

ب) بندگان خدا کو گمراہی و جہالت سے نجات دینا، اور انہیں دین کے حقیقی رہبروں کی پیروی کی طرف لانا۔

بحث کا نتیجہ

امام حسین علیہ السلام کے خطبات اور فرمودات سے استخراج کئے گئے اہداف میں تھوڑی توجہ کرنے سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنے قیام کا انگیزہ اور سبب اسلامی معاشرے میں رائج شدہ بہت سارے منکرات کے ساتھ مبارزہ اور جہاد اور مسلمانوں میں معروف کی ترویج کرنا بیان کیا ہے۔ بنابریں امام کے قیام کے اصلی اور بنیادی فلسفہ کو ایک اور جامع ہدف کی صورت میں ''اسلام اصیل و ناب محمدی کی ثقافت کو زندہ کرنا اور اپنے نانا رسول خداؐ کے دین میں ہونے والی تحریف اور بدعت کے گرد و غبار کو برطرف کرنا'' کہا جاسکتا ہے۔ اس ہدف تک پہنچنے کے لئے امام نے جس راستے کا انتخاب کیا یا وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا راستہ اور عنصر تھا اس لئے وصیت نامے میں کہ جو محمد بن حنفیہ کو لکھا۔

أُرِيدُ اَنْ آمُرَ بِالْمَعْرُوفِ وَ اَنْهى عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اَسِيرَ بِسيرَةِ جَدّى وَ اَبى عَلِىّ بْنِ اَبيطالِبِ۔۔۔

اور اسی طرح زیارت نامے میں بھی آیا ہے۔

أَشْهدُ أنّكَ قدْ أقمْتَ الصّلاۃَ، وآتيْتَ الزّكاۃَ، وأمرْتَ بِالْمعْرُوفِ ونهيْتَ عنِ الْمُنْكرِ۔

اس بنیاد پر امام حسین علیہ السلام نے اپنے قیام کا جو سبب اور ہدف بیان فرمایا وہ بنو امیہ کی حکومت کے ساتھ جہاد و مبارزہ تھا۔ کیونکہ اس حکومت میں

بدعت کا رائج ہونا حلال خدا وحرام الہی کی مخالفت ، پیغمبر کی سنت کا خاتمہ، شیطان محوری کا رائج ہونا اور خدا محوری کو ترک کر دینا، فساد، ظلم، بے عدالتی اور اسلامی معاشرے سے اسلامی احکام کا خاتمہ، مسلمانوں کے بیت المال کو اپنے لئے مختص کر لینا، بیت المال کو لوٹ لینا، اور پورے معاشرے میں منکرات کا پھیل جانا اس چیز کا باعث تھا کہ امام اپنے آپ کو انہیں اس کام سے نہیں کرنے اور روکنے کا ذمہ دار سمجھتے تھے اور ان کے مقابل خاموشی اور سکوت کو جائز نہیں سمجھتے تھے اگر چہ اس راستے میں ان کو جان ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ اسی طرح اباعبداللہ علیہ السلام کا اسلامی معاشرے کو کتاب خدا، سنت رسول ص، حق وحقیقت اور اسلامی مظاہرہ کی علامات اور نشانیوں کے احیاء، امنیت قائم کرنا، عوام کو فلاح و بہبود اور اصلاح کی طرف دعوت دینا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ معروف نام کی شئ معاشرے سے ختم ہو چکی تھی یا کم از کم ختم ہونے کو تھی اور یہ ظالم اور فاسد حکومت اس کا سرچشمہ تھی اسی وجہ سے امام نے یزید کی بیعت سے انکار کر کے اموی حکومت کے خلاف قیام کے بدلے اپنی شہادت کے لئے آمادگی کا اعلان کیا اور دوسری طرف یزید کی حکومت گرا کر حکومت اسلامی کی تشکیل کی کوشش شروع کر دی۔ دراصل بیعت سے انکار نہی از منکر کے معنا میں معروف کی ترویج اور مسلمانوں کیلئے بدعتوں اور بنوامیہ کی جنایتوں کے خلاف سکوت کو حرام قرار دینے کیلئے اتمام حجت کرنا تھا۔ جیسا کہ معلوم تھا کہ بیعت یا حتی اس حکومت کے مدمقابل خاموشی منکر کی ترویج کے ساتھ ساتھ معروف کے خلاف مبارزہ بھی سمجھا جاتا۔ جو عام افراد کے لئے اموی حکمرانوں کا ساتھ نہ دینے اور ان کی خباثتوں میں شامل ہونے کا بہانہ بھی بنتا۔ لہٰذا امام حسین علیہ السلام نے اپنی تحریک اور قیام کے ذریعے یزید کی جھوٹی اور غاصبانہ حکومت کی مشروعیت کو عمومی افکار سے سلب کر دیا۔

کوفہ والوں کی دعوت کا قیام عاشورا میں کردار

بعض مصنفین اور اندیشمند حضرات نے امام حسین علیہ السلام کو کوفہ والوں کے خطوط اور کوفہ آنے کی دعوت کو قیام امام (ع) کے اصلی ہدف کے طور پر بیان کیا ہے اور اس کو تحریک عاشورا اور قیام عاشورا کا اہم عامل خیال کیا ہے۔ اور کوفہ والوں کی دعوت کو قیام امام حسین علیہ السلام میں دخالت اور اہمیت کو حد سے زیادہ اہم قرار دیا ہے اگر چہ ان کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ یہ قیام کا اصلی اور بنیادی عنصر نہیں ہوسکتا۔

ان کے جواب میں ہم کہیں گے کہ کوفہ والوں کی دعوت کو ہم اپنے اصلی مقام پر رکھیں کیونکہ اسے قیام کے ایک اہم اور تعیین کنندہ سبب کے طور پر تصور نہیں کیا جاسکتا زیادہ سے زیادہ کوفہ والوں کی دعوت اور بیعت یہ دخالت رکھتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام اس ذمہ داری اور اپنی تحریک کو جاری رکھتے ہوئے ان کی مدد کے لئے ان کی طرف چل پڑیں تا کہ امام اپنے الہی اہداف کو حاصل کرنے کے لئے موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ اور ان لوگوں کی رہبری اور ہدایت کی ذمہ داری لیں کہ جنہوں نے ان کے آنے اور حق کے راستے میں ان کی رہبری اور قیادت کے محتاج اور نیاز مند ہونے پر اصرار کیا تھا۔ جیسا کہ کوفہ والوں نے خطوط میں لکھا تھا کہ۔ ”ہمارے پاس رہبر و پیشوا نہیں ہے بس آپ ہماری طرف آئیں امید ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات آپ کے وسیلے سے ہمیں حق پر اکٹھا کر دے“۔ انہوں نے اپنے خطوط میں تاکید کی تھی کہ جلدی ہماری طرف آئیں کیونکہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور آپ کے علاوہ کسی کو امام نہیں مانتے لہٰذا ہماری طرف آنے میں جلدی کریں۔

بِسمِ اللهِ الرَّحمنِ الرَّحِيمِ إِلَى الحُسَينِ بنِ عَلِيٍّ مِن شِيعَتِهِ مِنَ المُؤمِنِينَ وَ المُسلِمِينَ أَمَّا بَعدُ فَحَيَّهَلا فَإِنَّ النَّاسَ يَنتَظِرُونَكَ لا رَأيَ لَهُم غَيرُكَ فَالعَجَلَ العَجَلَ ثُمَّ العَجَلَ العَجَلَ وَ السَّلامُ۔۔

”حسین ابن علیؑ کو مومنین، مسلمین اور شیعوں کی طرف سے، اما بعد،۔۔۔۔

لہٰذا کوفہ والوں کی دعوت کو امام حسین علیہ السلام کے قیام کے اسباب کے طور پر شمار نہیں کیا جاسکتا بلکہ اسے (کوفہ والوں کے خطوط) کوفہ کو اپنے قیام کے مرکز کے طور پر انتخاب کرنے کا سبب قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس چیز کو ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل دلائل پیش کیے جاسکتے ہیں:

دلیل اول: امام حسین علیہ السلام کو جب یزید کی بیعت کرنے کا کہا گیا تو امام نے صراحت کے ساتھ اعلان کر دیا تھا کہ وہ یزید کی بیعت نہیں کریں گے کیونکہ یزید کھلم کھلا فسق و فجور کا ارتکاب اور گناہ کبیرہ کو انجام دیتا ہے اور اس جیسا شخص کسی صورت بھی رسول خدا ص کی جانشینی اور امت اسلامی کی ولایت کے لئے شائستہ نہیں ہے۔ جیسا کہ امام نے ولید بن عتبہ والی مدینہ کے جواب میں فرمایا تھا:

۔۔ أَيُّهَا الأَمِيرُ إِنَّا أَهلُ بَيتِ النُّبُوَّةِ وَ مَعدِنُ الرِّسالَةِ وَ مُختَلَفُ المَلائِكَةِ وَ مَهبَطُ الرَّحمَةِ بِنا فَتَحَ اللهُ وَ بِنا يَختِمُ، وَ يَزِيدُ رَجُلٌ شارِبُ الخَمرِ وَ قاتِلُ النَّفسِ المُحتَرَمَةِ مُعلِنٌ بِالفِسقِ وَ مِثلِي لا يُبايِعُ مِثلَه

”” اے امیر! ہم خاندانِ نبوت اور معدنِ رسالت ہیں۔ ہمارے گھر پر

فرشتوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ اور ہمارے خاندان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالی نے اسلام کو ہمارے گھرانے سے شروع کیا اور آخر تک ہمیشہ ہمارا گھرانہ اسلام کے ہمراہ رہے گا۔ لیکن یزید جس کی بیعت کی تم مجھ سے توقع کر رہے ہو اُس کا کردار یہ ہے کہ وہ شراب خوار ہے۔ بے گناہ افراد کا قاتل ہے۔ اس نے اللہ تعالی کے احکام کو پامال کیا اور برسرِ عام فسق و فجور کا مرتکب ہوتا ہے۔ مجھ جیسا شخص کسی صورت اُس جیسے شخص کی بیعت نہیں کرے گا'' (مقتل خوارزمی، ج ا، ص ۱۴۰)

امام علیہ السلام نے اس وقت یہ گفتگو فرمائی تھی کہ جب یزید ابھی تازہ تختِ حکومت پر بیٹھا تھا اس نے مملکت اسلامی کے مختلف علاقوں میں اپنے والیوں کو خطوط لکھے تھے اور اپنے سفیر بھیجے تھے اور ان کو حکم دیا تھا کہ لوگوں سے اس کی بیعت لی جائے۔ اور اس نے والی مدینہ کے نام اپنے خط میں یہ تاکید کی تھی کہ خاص طور پر امام حسین ع، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر سے بیعت لے، کہ جنہوں نے معاویہ کی حکومت کے دوران یزید کی ولی عہدی کو قبول نہیں کیا تھا۔ اور اس نے ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ اس مسئلے میں سختی کرے حسین علیہ السلام، عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ بن زبیر کو گرفتار کرے ان کو نہ چھوڑے یہاں تک کہ وہ بیعت کریں۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب ابھی کوفہ والوں نے امام علیہ السلام کو کوفہ آنے کی دعوت نہیں دی تھی۔

جس دن امام نے ولید کے دربار میں انکار کیا تھا اگلے دن صبح جب مروان ابن حکم سے ملاقات ہوئی اور مروان نے امام علیہ السلام کو تجویز دی تھی کہ وہ یزید کی بیعت کرلیں اور کہا تھا کہ یہ آپ کے دین اور دنیا کے مفاد میں ہے تو امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا:

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ وَعَلَى الْاِسْلَامِ السَّلَامُ اِذْ بُلِيَتِ الْاُمَّةُ بِرَاعٍ مِثْلِ يَزِيْدَ وَ لَقَدْ سَمِعْتُ جَدِّیْ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم يَقُوْلُ اَلْخِلَافَةُ مُحَرَّمَةٌ عَلٰى آلِ اَبِیْ سُفْيَانَ

''اب اسلام پر فاتحہ پڑھ لینی چاہیے چونکہ مسلمانوں کا حاکم یزید بن گیا ہے۔ ہاں، میں نے اپنے جد امجد رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ "ابوسفیان کے خاندان پر خلافت حرام ہے۔''

(مقتل خوارزمی، ج ا، ص ۱۸۴)

لہٰذا سید الشہداء علیہ السلام نے صراحت کے ساتھ یزید کی خلافت کو امت اسلامیہ کے لئے بہت بڑی مصیبت کے طور پر بیان کیا اور فرمایا کہ اگر یزید کی خلافت جاری رہی تو اسلام ختم ہو جائے گا۔ عَلَى الْاِسْلَامِ السَّلَامُ ۔۔ امام حسین علیہ السلام نے کئی مقام پر اسی طرح کی گفتگو فرمائی اور صراحت کے ساتھ اعلان کیا کہ کسی صورت میں بھی یزید کی بیعت نہیں کریں گے اگرچہ دنیا میں کوئی پناہ گاہ اور کوئی جگہ سر چھپانے کو نہ مل سکے۔ جیسا کہ اپنے بھائی محمد ابن حنفیہ کو فرمایا:

لَولم يَكُن فِی الدنيا مَلجأ ولا مَأوىً لَمَا بَايَعتُ يَزيدا۔

(مقتل خوارزمی، ج ا، ص ۱۸۸)

واضح ہے کہ یزید کو فاسق جاننا اور اس کی بیعت سے انکار کرنا حکومت کے خلاف قیام کے معنا میں تھا۔ (درحالیکہ ابھی کوفہ والوں نے کوئی خط نہیں لکھا تھا) دوسری طرف بنو امیہ کی حکومت برداشت نہیں کر رہی تھی کہ امام حسین ع کی طرح کی شخصیت اور مقام و منزلت والی ہستی کھلم کھلا انکے خلاف قیام کرے اور مخالفت کا پرچم بلند کرے۔ کیونکہ اس طرح کی شخصیت کا آزادانہ مخالفت کرنا حکومت کو کمزور کرنے اور بالآخر اس کے خاتمے کا باعث بن سکتا تھا۔

دلیل دوم: پہلے خطوط جو کوفیوں نے امام حسین علیہ السلام کو لکھے تھے وہ یزید کے زمانہ خلافت کے ابتدائی ایام کے بعد لکھے تھے کہ جب امام اپنے قیام کا آغاز مکہ کی طرف خروج کی صورت میں کر چکے تھے اور امام اس وقت مکہ میں تھے۔ اسی دوران کوفہ والے سلیمان ابن صرد خزاعی کے گرد جمع ہوئے اور سلیمان نے انہیں کہا تھا حسین ابن علی علیہ السلام نے یزید کی بیعت سے انکار کیا ہے اور مکہ کی طرف چل پڑے ہیں اور آپ ان کے بابا امیر المومنین علی علیہ السلام کے شیعہ ہیں پس اگر آپ لوگوں نے ان کی مدد کرنی ہے اور ان کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنی ہے تو ان کو خط لکھو لیکن اگر آپ کمزوری اور سستی کی وجہ سے ڈر رہے ہو تو پھر انہیں دھوکا نہ دینا۔ سب نے کہا ہم امام حسین کے دشمنوں سے جنگ کریں گے اور اپنی جانوں کو ان کی راہ میں قربان کریں گے۔ تو سلیمان نے کہا تو بس امام حسین علیہ السلام کو خط لکھو اور انہوں نے امام علیہ السلام کو خط لکھے۔

لہٰذا امام علیہ السلام نے اپنے قیام کے آغاز میں کوفہ کی طرف سفر شروع نہیں کیا بلکہ جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ ابتدا میں مکہ گئے اور پھر جب کوفہ والوں کے خط امام کو پہنچے تو امام نے جناب مسلم بن عقیل کو کوفہ والوں کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان سے بیعت لے سکیں۔ جناب مسلم کے بیعت لینے کے بعد، امام کوفہ کی طرف چل پڑے۔ اور اگر کوفہ والوں کی دعوت امام علیہ السلام کے قیام میں

بنیادی دخالت اور اثر رکھتی تو امام علیہ السلام اس عمل کے انگیزہ کو کم از کم اپنے قریبیوں مثلاً محمد ابن حنفیہ کو ضرور بتاتے لیکن تاریخی منابع میں اس طرح کی کوئی چیز نقل نہیں ہوئی۔ پس اگر کوفہ والوں کی دعوت حضرت امام حسین علیہ السلام کے قیام کا اصلی عامل یا سبب ہوتی تو امام علیہ السلام اس وقت جب ان کو شروع میں یزید کی بیعت کے لئے کہا گیا تھا کھلم کھلا یزید کی بیعت سے انکار نہ کرتے اور اس طرح کھل کر یزید کو فاسق و فاجر کے طور پر معرفی نہ کرتے اور بیعت کے معاملے کو موخر کرتے تا کہ کوفہ والوں کی دعوت سے باخبر ہو سکیں اور ان کی اپنی حمایت اور حکومت کے خلاف اپنے قیام کے لئے آمادگی ظاہر ہونے دیتے۔ اسی طرح اگر کوفہ والوں کی دعوت امام کے قیام میں بنیادی و اصلی عامل کے طور پر شمار ہوتی تو یہ فرمانا بے جا تھا۔

لَولم یَکُن فی الدنیا مَلجَأ ولامَأویً لَمَا بَایَعتُ یزید۔

مجھے دنیا میں کوئی پناہ گاہ بھی نہ ملے تو بھی میں یزید کی بیعت نہیں کروں گا۔ بلکہ فرماتے کہ اگر مجھے مددگار و ناصرمل گئے تو میں یزید کی بیعت نہیں کروں گا۔

دلیل سوم: اگر کوفہ والوں کی دعوت امام علیہ السلام کی تحریک کو شکل دینے میں بنیادی سبب ہوتی تو لازم تھا کہ اس وقت تک جب تک امام علیہ السلام ان کے صد در صد حمایت اور ساتھ دینے کا یقین حاصل نہ کر لیتے تو ان کی دعوت کا جواب نہ دیتے۔ بہ تعبیر دیگر امام، عبداللہ بن عباس جیسے افراد کی نصیحت آمیز تجویز اور دلسوزی والی رائے پر عمل کرتے جیسا کہ ابن عباس کو جب امام علیہ السلام کے کوفہ جانے کے بارے میں پتا چلا تو امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور کہا کہ اگر کوفیوں نے اپنے امیر کو قتل کر دیا اور اس شہر کو اپنے اختیار میں لے لیا اور آپ کے دشمنوں کو اپنے شہر سے نکال دیا تو پھر آپ ان کی طرف جائیں۔ لیکن جب تک ان کا فرمانروا اور حاکم ان پر مسلط ہے اور اپنے عاملوں کو شہر سے مالیات لینے کے لئے بھیج رہا ہے اور ایسی صورتحال میں کوفہ والوں نے آپ کو آنے کی دعوت دی ہے تو درحقیقت ایسے لگتا ہے وہ آپ کو جنگ اور کشت و کشتار کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔

دلیل چہارم: اگر کوفہ والوں کی بیعت امام علیہ السلام کے قیام کی وجہ اور سبب ہوتی تو امام علیہ السلام جب کوفیوں کی بیعت شکنی اور مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کی شہادت سے آگاہ ہو گئے تھے تو امام اپنے قیام کو جاری رکھنے سے منصرف ہو جاتے۔ اور از باب اضطرار اور جان کی حفاظت کے لئے یزید کی بیعت کر لیتے۔ کیوں کہ آپ مددگاروں اور ہم پیمان افراد کو کھو بیٹھے تھے اور ان شرائط کے ساتھ شرعی ذمہ داری آپ سے ساقط ہو جاتی تھی لیکن تاریخی شواہد کے مطابق امام اپنے قیام کو جاری رکھنے سے منصرف نہیں ہوئے بلکہ جب مجبور کئے گئے تو کوفہ کی طرف جانے سے منصرف ہوئے۔ جب حر ابن یزید کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا تو امام علیہ السلام نے دو مختلف موقعوں پر گفتگو میں فرمایا کیا: ''اگر تم نہیں چاہتے کہ میں کوفہ آؤں تو میں لوٹ جاتا ہوں۔'' ایک بار نماز ظہر سے پہلے حر کے سپاہیوں سے خطاب کیا اور فرمایا۔ ''اگر تم میرے کوفہ آنے سے خوش نہیں ہو تو میں جس جگہ سے آیا ہوں وہاں لوٹ جاتا ہوں۔''

پھر دوبارہ نماز عصر کے بعد حر کے لشکر والوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ''اگر تم (مجھے قبول نہیں کرتے اور ہم سے خوش نہیں ہو اور ہمارے حق کو نہیں پہچانتے اور تمہاری رائے اور تمہارا رویہ اس چیز کے بالکل مخالف ہے کہ جو تم نے اپنے خطوط میں لکھا تھا اور تمہارے سفیر ہمارے پاس پیغام لے کے آئے تھے) تو ہم آپ کی طرف نہیں آتے۔''

امام علیہ السلام کی اس گفتگو پہ توجہ کریں کہ امام فرما رہے ہیں اور اگر تم ہمارے حق کو قبول نہیں کرتے اور اپنی سابقہ رائے سے پھر گئے ہو تو میں تمہاری طرف آنے سے منصرف ہو جاتا ہوں (نہیں آتا)۔ امام نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اپنی تحریک اور اپنے قیام سے ہاتھ اٹھا لیتا ہوں یہ بھی بڑی واضح اور روشن دلیل ہے کہ کوفہ والوں کی دعوت، کوفہ کو قیام کے مرکز کے انتخاب کرنے کی وجہ تھی نہ کہ تحریک کربلا کی وجوہات میں سے ایک وجہ تھی۔ بنابرایں کوفہ والوں کی دعوت اور امام علیہ السلام کی کوفہ کی طرف حرکت دراصل ایک فرعی مسئلہ تھا کہ جو قیام کے دوران پیش آیا اور اصل میں تحریک حسینی کو شروع کرنے اور قیام کا سبب بننے میں اس کی کوئی دخالت نہیں تھی۔ جیسا کہ کوفہ والوں کی پیمان شکنی بھی امام علیہ السلام کی تحریک کو جاری رکھنے سے روکنے میں کوئی تاثیر نہیں ڈال سکی۔ درحقیقت امام حسین علیہ السلام کوفہ والوں کی دعوت کو قبول کر کے اور کوفہ کی طرف حرکت کر کے اپنی دونوں ذمہ داریوں کو انجام دے رہے تھے:

ایک) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو جاری رکھنا اور فاسد، ظالم اور بدعت گزار حکومت کے خلاف قیام۔

دوسرا) شیعوں کی دعوت پر لبیک کہنا کہ جو شائستہ رہبر اور رہنما نہ ہونے کی وجہ سے امام سے تقاضا کر رہے تھے کہ وہ ان کی رہبری اور امامت فرمائیں۔

ایک نئی تاریخ رقم

ڈاکٹر راشد عباس نقوی

اقوام متحدہ میں اسلامی جمہوریہ ایران کے سفیر نے رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای کی نماز جنازہ کی ویڈیو جاری کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اس تقریب میں ”قوم اور ریاست کے درمیان مضبوط ترین رشتہ“ دنیا کی آنکھوں کے سامنے آ گیا ہے۔ اقوام متحدہ میں اسلامی جمہوریہ ایران کے سفیر نے شہید رہبر کے عظیم الشان نماز جنازہ کے بعد کہا ہے کہ شہید رہبر معظم انقلاب اسلامی کی تشییع جنازہ میں قوم اور ریاست کے درمیان مضبوط ترین رشتہ دنیا کی آنکھوں کے سامنے عیاں ہو گیا۔ اقوام متحدہ میں اسلامی جمہوریہ ایران کے مشن نے مزید کہا ہے کہ اس واقعہ سے دو واضح سبق ہیں: 1- اس جرم کے منصوبہ سازوں اور مرتکبوں کو جان لینا چاہیے کہ انہوں نے ملت ایران کے دلوں میں نفرت اور انتقام کے بیج بوئے ہیں۔ نفرت کے یہ بیج ایک دن ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ 2 دنیا کے پالیسی سازوں کو ایرانی معاشرے کی اس حقیقت کو سمجھنا چاہیے اور اسلامی جمہوریہ ایران کی طاقت کی مساوات کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنی غلط فہمیوں کو ختم کرنا چاہیے۔ قبل ازیں اقوام متحدہ میں ایران کے سفیر امیر سعید ایرانی نے یکم جولائی کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس میں اقوام متحدہ میں امریکی سفیر مائیکل والٹز کے دعوے کے جواب میں کہا تھا کہ: ”ایران میں قوم اور حکومت کے درمیان تعلقات کی حقیقت سپریم لیڈر کی نماز جنازہ میں عیاں ہو گی اور اگلے ہفتے آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی، تم سچ کو نہیں بدل سکتے۔“ ڈونلڈ ٹرمپ انتظامیہ کے سفیر کے بارے میں ایرانی سفیر کے تبصرے کو ایک دن سے بھی کم وقت گزرا تھا جب ٹرمپ نے 4 جولائی بروز ہفتہ Axios کو انٹرویو دیتے ہوئے اعتراف کیا کہ وہ ایران کے شہید رہنما کی نماز جنازہ کی تقریب سے حیران رہ گئے تھے۔ امریکی نیٹ ورک CNN جس کے ایران اور تہران میں نامہ نگار ہیں، نے بھی شہید رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای کی نماز جنازہ کے حوالے سے اپنی ایک رپورٹ میں اعتراف کیا ہے کہ پیر 5 جولائی کو تہران کی سڑکیں سوگواروں کے ایک بڑے ہجوم سے بھری ہوئی تھیں۔ ایران میں جنازے کی تقریب کے آغاز میں ایرانیوں کی بڑی موجودگی کا حوالہ دیتے ہوئے امریکی میڈیا نے اسے روایتی ماتمی رسم سے زیادہ اور سماجی یکجہتی کی علامت اور جنگ کے بعد کی صورتحال میں ہم آہنگی، اتحاد اور مزاحمت کا مظاہرہ قرار دیا۔ اس واقعہ نے ایک بار پھر واشنگٹن میں سیاسی تصور بالخصوص وائٹ ہاؤس اور ایران کے میدانی اور سماجی حقائق کے درمیان نمایاں فرق کو ظاہر کر دیا۔ ایک ایسا فرق جس نے امریکی سیاسی تجزیوں اور تشخیص کی غلطیوں کو بے نقاب کر دیا ہے۔

یاد رہے تہران میں رہبر شہید امت اسلامی کے تاریخی تشییع جنازہ میں دسیوں لاکھ افراد کی شرکت، غم، عقیدت اور قومی یکجہتی کا بے مثال مظاہرہ دیکھنے میں آیا شہید رہبرِ انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای کا تہران میں تشییع جنازہ کا جلوس تاریخ کے عظیم ترین عوامی اجتماع کا منظر پیش کر رہا تھا۔ صبح سویرے سے ہی دسیوں لاکھ شہری، خواتین، مرد، نوجوان، بزرگ اور بچے سیاہ لباس زیب تن کیے، ہاتھوں میں قومی پرچم، رہبر شہید کی تصاویر اور سرخ علم اٹھائے سڑکوں پر جمع ہو گئے۔ بین الاقوامی ذرائع ابلاغ نے بھی اس غیر معمولی عوامی اجتماع کو ایران کی حالیہ تاریخ کے بڑے اجتماعات میں شمار کیا ہے۔ شہر کی مرکزی شاہراہیں انسانی سروں سے ڈھکی ہوئی تھیں اور جہاں تک نگاہ جاتی تھی، سوگوار عوام کی قطاریں دکھائی دیتی تھیں۔ فضا لبیک یا خامنہ ای،

مردہ باد امریکہ، مردہ باد اسرائیل" اور جیسے نعروں سے گونجتی رہی جبکہ ہزاروں افراد آبدیدہ آنکھوں کے ساتھ رہبر شہید کو آخری سلام پیش کرتے رہے تھے۔ کئی مقامات پر رقت آمیز مناظر دیکھنے میں آئے جہاں لوگ شدت غم سے اشک بار تھے اور ایک دوسرے کو پرسہ دیتے نظر آئے۔ ایرانی حکومت نے بھی اس تاریخی جلوس جنازہ کے لیے غیر معمولی سکیورٹی انتظامات کیے تھے۔ تہران کی اہم شاہراہوں کو ٹریفک کے لیے بند رکھا گیا، سکیورٹی فورسز، پولیس، رضا کار فورس بسیج، ہلال احمر اور ہزاروں رضا کاروں کو مختلف مقامات پر تعینات کیا گیا جبکہ طبی امداد، پانی، خوراک اور دیگر سہولیات کے خصوصی انتظامات بھی کیے گئے تا کہ شرکاء جلوس جنازہ کو کسی دشواری کا سامنا نہ ہو۔ جلوس جنازہ میں ایران کی اعلی سیاسی، عسکری اور مذہبی شخصیات کے علاوہ مختلف ممالک کے سرکاری وفود اور غیر ملکی شخصیات نے بھی شرکت کی اور رہبر شہید کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ متعدد عالمی ذرائع ابلاغ نے اس جلوس جنازہ کو نہ صرف ایک مذہبی اور قومی سوگ بلکہ ایرانی ریاست اور عوامی یکجہتی کے اظہار کے طور پر بھی پیش کیا۔ بین الاقوامی میڈیا، بشمول خبر رساں اداروں اور مغربی اخبارات نے اپنی رپورٹس میں لکھا کہ وسیع عوامی شرکت نے دنیا کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی۔ ان رپورٹس میں اس اجتماع کو ایران میں قومی جذبات، سراشد عباس: یاسی عزم اور عوامی ردعمل کی ایک نمایاں مثال قرار دیا گیا۔ تہران میں منعقد ہونے والا یہ تاریخی تشییع جنازہ کا جلوس کئی گھنٹوں تک جاری رہا۔ عوام نے انتہائی نظم وضبط، صبر اور عقیدت کے ساتھ رہبر شہید کو الوداع کہا۔

غم واندوہ، قومی یکجہتی، مذہبی وابستگی اور عوامی جذبات نے اس دن کو ایران کی معاصر تاریخ کے اہم ترین لمحات میں شامل کر دیا۔ برطانیہ کے معروف ذرائع ابلاغ نے رہبر شہید حضرت آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای کی تاریخی تشییع جنازہ اور وداع کے پروگرام کو ایران کی قومی یکجہتی، استقامت اور سیاسی استحکام کی علامت قرار دیا ہے۔ گارڈین نے لکھا کہ لاکھوں افراد کی شرکت نے یہ پیغام دیا کہ جنگ اور رہبر کی شہادت کے باوجود ایرانی قوم اور اسلامی جمہوریہ کا نظام مضبوطی سے قائم ہے۔ اخبار نے لکھا کہ آخری رسومات صرف سوگ کا اظہار نہیں بلکہ ایران کے عزم اور مزاحمت کا مظاہرہ بھی تھی۔ انڈیپنڈنٹ نے تجزیہ کرتے ہوئے لکھا کہ عوام کی بھرپور شرکت ایران کی جنگ کے بعد کی ثابت قدمی کا ثبوت ہے۔ ماہرین کے مطابق ان آخری رسومات نے شہادت، استقامت اور مزاحمت کے بیانیے کو مزید تقویت دی اور یہ ظاہر کیا کہ ایران کا اسلامی انقلاب اپنی قیادت کی شہادت کے باوجود جاری ہے۔

ٹائمز نے اسے جنگ کے بعد ایران کی طاقت کے مظاہرے سے تعبیر کرتے ہوئے لکھا کہ اعلی حکومتی اور عسکری شخصیات کی موجودگی نے ریاستی ڈھانچے کے تسلسل کا واضح پیغام دیا۔ فنانشل ٹائمز نے سیاہ پوش عوام، قومی پرچموں اور مذہبی مظاہر کو قومی یکجہتی کی علامت قرار دیتے ہوئے مختلف ممالک کے وفود کی شرکت کو آخری رسومات کی سیاسی اور سفارتی اہمیت سے تعبیر کیا۔ اسی طرح آئی ٹی وی اور اسکائی نیوز نے بھی لاکھوں افراد کی شرکت، مختلف شہروں سے آنے والے عوام اور شہداء کے خاندانوں کی وسیع موجودگی کو نمایاں کرتے ہوئے اسے جدید تاریخ کی سب سے بڑی تشییع جنازہ قرار دیا۔ برطانوی میڈیا کی مجموعی رائے یہ رہی ہے کہ رہبر انقلاب اسلامی کی شہادت کے باوجود ایران کا ریاستی نظام، قومی اتحاد اور عوامی حمایت برقرار ہے، اور یہ عظیم الشان آخری رسومات دنیا کے سامنے ایران کی طاقت، استقامت اور مزاحمت کا واضح اظہار بن کر سامنے آئی۔ بین الاقوامی میڈیا نے تشییع جنازہ کے جلوس کو ایک تاریخی اور غیر معمولی عوامی اجتماع قرار دیا۔ امریکی نشریاتی ادارے سی این این عربی نے رہبر شہید حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای کی دسیوں لاکھ افراد پر مشتمل تشییع جنازہ کے جلوس کو نمایاں انداز میں نشر کرتے ہوئے کہا کہ شرکاء کی جانب سے قاتلوں کے خلاف انتقام کے نعرے ایرانی قوم کے جزبات کو ظاہر کر رہے ہیں۔

ایک اسٹریٹجک پیغام

تحریر: کاظم انبارلوئی

1۔ رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید مجتبیٰ خامنہ ای کا دانشمندانہ پیغام عصری تاریخ کے انتہائی تیز اور خطرناک موڑ پر قابو پانے کے لیے تاریخی فیصلہ سازی کے عمل کے بارے میں ایک بہترین نسخہ ہے۔اس پیغام کے جاری ہونے کے ابتدائی لمحات میں عوام اور حکام نے جو ردعمل ظاہر کیا، اس کا خلاصہ اس جملے میں بیان کیا جاسکتا ہے۔''حکم وہی ہے، جو تم کہتے ہو۔'' پیغام کا مواد چار الفاظ کا خلاصہ ہے۔''عوام کے ساتھ شفاف، حکام کے لئے واضح۔''

2۔ صدر ایران اور امریکہ کے صدر نے ایک مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کیے ہیں، جو ٹرمپ اور صیہونیوں کی ایرانی سرزمین پر حملے میں ناکامی کی دستاویز ہے۔ مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کی اجازت قیادت کے ذریعے حاصل ہوئی ہے اور یہ اجازت دو اہم شرائط سے مشروط ہے: پہلی شرط؛ سپریم نیشنل سکیورٹی کونسل کے چیئرمین اور ممبران میمورنڈم میں بیان کردہ شرائط کو پورا کرنے کے لیے فالو اپ کریں۔دوسری شرط؛ شرائط پوری ہونے تک مذاکرات معطل رہیں گے۔

3۔ پیغام کا ہائپرٹیکسٹ یہ ہے کہ یہ فیصلہ ایک فیصلہ سازی کے عمل اور فیصلہ سازی کی پیداوار ہے، جس کی بنیاد آئین کی بنیاد پر ہے، جس کی بنیاد اجتماعی حکمت اور دانشمندی ہے۔ہم قانونی طریقہ کار کے ساتھ ایک طاقتور نظام ہیں اور قیادت اس عمل کی دیکھ بھال کررہی ہے۔

4۔ پیغام کا ذیلی متن یہ ہے کہ دشمن پر بھروسہ نہیں ہے۔اجازت نامہ جاری کرنا ہمارے اپنے صدر پر اعتماد کی بنیاد پر ایران کی شرائط کو پورا کرنے کے عزم پر مبنی ہے۔

5۔ بی بی سی نے ابتدائی تبصرے میں کہا:''یہ معاہدہ مشرق وسطیٰ میں طاقت کے توازن کی نوید ہے۔نیتن یاہو ایک سیاسی ڈراؤنے خواب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یادداشت کا متن امریکہ کی وقت اور سفارت کاری کی صلاحیت کی محدودیت کے آثار کو ظاہر کرتا ہے۔'' یادداشت کے متن کو دیکھ کر عالمی ماہرین اور عسکری وسیاسی ماہرین کہتے ہیں؛ امریکی ایران کی طاقت کو سپر پاور تسلیم کررہے ہیں۔الفاظ کے لہجے سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں سپر پاورز صورتحال کے بارے میں ایک مشترکہ فہم تک پہنچ رہی ہیں۔

6۔ پیغام کے متن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکی صدر خطے کی جیو پولیٹیکل خلیج پر بیٹھے ہیں اور مایوسی کے عالم میں دوبارہ جنگ بندی پر دستخط کرنے اور بھیک مانگنے تک پہنچ چکے ہیں۔لیکن مفاہمت کی پہلی شق جو کہ تمام علاقوں خصوصاً لبنان میں جنگ بندی اور جنگ کا خاتمہ ہے، بالکل بھی عملی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ درست ہے کہ امریکہ نے اپنے وعدوں پر عمل درآمد کے لیے اپنی تیاری کا اعلان کرنے کے لیے بحری ناکہ بندی اٹھا لی، صیہونی حکومت اپنی جارحانہ نوعیت کی وجہ سے کسی بھی طرح مفاہمت کی اس شق پر عمل درآمد نہیں کرسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ لبنان اور غزہ میں آتش زنی، جارحیت، قتل و غارت اور جنگی جرائم جاری ہیں۔اس وجہ سے یہ معاہدہ فی الحال معطلی کی حالت میں ہے۔

7۔ صیہونی حکومت کہتی ہے کہ ہم لبنان کی سرزمین کو چھوڑ کر پیچھے نہیں ہٹ سکتے، کیونکہ کاغذ پر موجود چند الفاظ جن میں ہماری رائے شامل نہیں ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ موقف ظاہر کرتا ہے کہ دشمنی کا کوئی خاتمہ نہیں ہوا اور نہ ہی جنگ بندی ہوئی ہے، اس لیے باقی شقوں کا نفاذ نتیجہ خیز ہے۔ایران اور دشمن کے درمیان امن، مفاہمت اور جنگ بندی پائیدار اور دائمی نہیں ہے۔ایران اور ان کے درمیان خون، نفرت اور رنجش کا ایک سمندر ہے، جسے کاغذ پر چند الفاظ سے حل یا پلٹا نہیں جاسکتا۔

8۔ میمورنڈم کی دفعات پر ہمدردانہ تنقید ہے۔ اس تنقید کی حد یہ ہے کہ عہدیداروں کی ''ہمدردی'' اور ''خیر خواہی'' جو قیادت کے پیغام میں تھی، اس طرح کے انداز میں سوالیہ نشان نہیں ہونا چاہیئے۔میمورنڈم کے حق میں اور اس کے خلاف ان تنقیدوں سے دو قطبی ماحول نہیں ابھرنا چاہیئے، تاکہ دشمن 12 دن اور 40 دن کی لڑائی کے بعد دوبارہ فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرسکے۔صیہونی حکومت کی طرف سے میمورنڈم کی ایک شق کی خلاف ورزی نے ٹرمپ کے تمام دھاگوں کو ادھیڑ کر رکھ دیا ہے۔ہم ابھی اس فیلڈ میں داخل ہونے والی ''آگ'' کے دہانے پر ہیں۔ بہرحال ابھی ٹرمپ اور نیتن یاہو کی لبنان پر حملے سے شرمناک پسپائی کی خبر سنائی دی ہے۔ بحری ناکہ بندی توڑنے کے بعد یہ دوسری فتح ہے، جو اسلامی جمہوریہ کو دشمنان اسلام کے خلاف سفارتی جنگ میں حاصل ہوئی ہے۔

واقعہ کربلا: دورِ بنوامیہ میں رثائی ومزاحمتی شاعری کا قتل

عامر حسینی

واقعہ کربلاء پہ رثائی نثر اور رثائی نظم جسے عرب والے رثاء الحسین کہتے ہیں لکھنا کبھی بھی آسان کام نہیں رہا۔ پہلی صدی ہجری/ ساتویں صدی عیسوی میں جب 61 ھجری کو واقعہ کربلاء جسے عرب مورخ 'واقعہ الطف/ ذبح عظیم بھی کہتے ہیں جب واقع ہوگیا تو اس کے بعد اس موضوع پہ رثائی ادب تخلیق کرنا اپنے موت کے پروانے پہ دستخط کرنے کے مترادف تھا۔

واقعہ کربلاء کو 'عرب حافظے' سے نکالنے کے لیے بہت سے پاپڑ بنوامیہ کی اسٹبلشمنٹ نے بیلے۔ اور یہ پاپڑ بعد میں بنوعباس نے بھی بیلے۔

تاریخ کے باب میں اس واقعے کے ذمہ داروں کے نام ذہنوں سے کھرچنے کے لیے اور بنوامیہ کی حکومت سے اس کی ذمہ داری کہیں اور منتقل کرنے کے لیے تاریخی واقعات پہ پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی اور یہ کوشش آج تک جاری ہے کہ قاتلوں کو نیکوکار اور معصوم ظاہر کرکے اس قتل کا مدعا مقتولوں کے چاہنے والوں اور ان سے محبت کرنے والوں کے سر ڈال دیا جائے۔

ظلم کے خلاف لڑنے والے سپارٹیکس یونانی کسانوں کی مزاحمت کے تذکروں کو لانے والے اور ان پہ داد وتحسین کی بارش کرنے والوں کے لیے کوفہ کے مزاحمت کاروں کا نام' گالی' ہے اور وہ ان کے خلاف ماضی میں قلم کی تلواریں سونتتے تھے اور آج وہ اپنے سمارٹ فون یا لیپ ٹاپ کے کیبی بورڈ پہ انگلیوں کو تلوار بنا کر نفرت میں بجھے الفاظوں اور جملوں کے تیروں سے حملہ آور ہوتے ہیں۔

وہ لاطینی امریکہ کے چی گیویرا کی تصویروں کو سجائے اس کی جدوجہد کو سرخ سلام پیش کرتے ہیں اور اس کے خون سے انقلاب کا سویرا طلوع ہوتے دکھاتے ہیں لیکن کربلا میں امام حسین کا خون ان کو 'دو قبیلوں کی لڑائی' میں بہتا نظر آتا ہے۔

وہ پابلو نرودا سے لیکر جان لینن کے گیتوں کو بار بار پیش کرتے ہیں، محمود درویش سے لیکر ناظم حکمت اور نزار قبانی کی رثائی اور مزاحمتی نظموں کو بار بار سامنے لیکر آتے ہیں لیکن سید حمیری سے کمیت الاسدی تک اور اس سے آگے میر انیس ومیر دبیر تک اور ایسے رثاء حسین کے باب میں لکھی گئی نظموں کو 'فرقہ پرستی' اور کبھی' رجعت پرستی' کہہ کر مسترد کرنے لگتے ہیں۔

نجانے واقعہ کربلاء سے جڑے ادب سے ان کو ترقی پسندی، انقلابیت، روشن خیالی، حریت فکر کی خوشبو کیوں نہیں آتی؟ اور یہاں آکر ان کو' سفیانی و اموی فلو/ نزلہ وزکام کیوں ہوجاتا ہے اور ان کی ناک اموی فلو وائرس کے سبب بند کیوں جاتی ہے اور یزیدی وائرس کے سبب ان کو سینے کی انفیکشن کیوں ہوجاتی ہے؟ ان کا سینہ تنگ ہونے لگتا ہے اور دماغ ماؤف ہونے لگتا ہے؟

عرب بمقابلہ عجم اور شعوبیت بمقابلہ فارسیت جیسے گھٹیا سازشی مفروضات ان کو جکڑ کیوں لیتے ہیں؟

ہمارے فرقہ پرستوں کے سوانگ میں رچے بازی گروں کے سٹیج پہ بپا اودھم سے لیکر غم حسین وعزاداری کا مذاق اڑانے والے شیعہ انکل ٹام اور آنٹی تھمیناؤں کی ہاؤ ہو تک ہی' رثاء حسین' سے خوفزدہ ہونے والوں کی کہانی ختم نہیں ہوجاتی۔ بلکہ ایسے بھی ہیں جن کو اپنے سیاسی مقاصد اور اہداف بہت غیر محفوظ لگتے ہیں تو وہ بھی کربلاء پہ راہزن بن کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

رثاء حسین جو بدترین ادوار میں بھی اپنے آپ کو فنا ہونے سے بچا پایا ہے یہ اس طاقتور بیانیہ اور ڈسکورس کے خلاف اپنی ساری توانائی صرف کرتے ہیں۔ طاہر الصفار نے اپنے مضمون' کربلاء، شاعری اور شعراء' میں بڑی تفصیل

سے اس موضوع پہ روشنی ڈالی ہے۔ ان کے مضمون کے چند حصے یہاں پیش کر رہا ہوں:

ونجد من الضروری الحدیث عن الجریمة التی ارتکبها الأمویون والتی تضاف إلی سجل جرائمهم وهی جریمة قتل الکثیر من شعر کربلاء، والذی یمثل ذروة التراث الإسلامی ومحاولة إبادته لما یشکله من رعب لهم، لأنه یکشف جرائمهم ویثیر الرأی العام ضدهم. فالسید الحمیری - مثلاً - وهو شاعر أهل البیت، وقد اقتصر شعره علیهم کان من الشعراء الثلاثة الذین لایدرك شعرهم لکثرته، وهم بشار، وأبو العتاهیة، وفی مقدمتهم السید، کما وصفه جمیع المؤرخین حتی قال أحد معاصریه: (جمعت للسید ألفی قصیدة، وظننت أنه ما بقی علیّ شیء، فکنت لاأزال أری من ینشدنی ما لیس عندی فکتبت حتی ضجرت، ثم ترکت)! ولکنك تتفاجأ حینما تقارن بین هذا القول وبین دیوانه المطبوع الذی لایحتوی سوی قصائد ومقطوعات معدودة

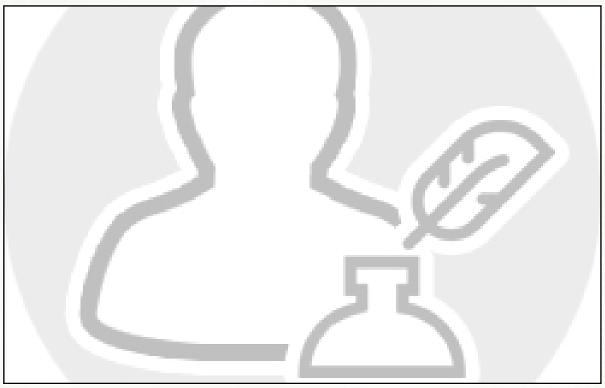

بنو امیہ کی حکومتوں کے جرائم میں سے ایک بہت بڑا جرم یہ ہے کہ اس نے 'کربلاء کے واقعہ سے متعلق' شاعری کا ایک بڑے حصے کا قتل کیا۔ یہ اسلامی ورثے کا خاتمہ تھا اور اس کو انھوں نے اس لیے ختم کرنا چاہا کہ یہ شعری بیانیہ ان کے لیے بہت خوفناک تھا کیونکہ یہ ان کے جرائم کو بے نقاب کرتا تھا اور رائے عامہ کو ان کے خلاف کرتا تھا۔ مثال کے طور شاعر اہل بیت 'سید حمیری' ان تین شعراء میں سے تھا جن کے اکثر اشعار ہم تک نہیں پہنچے۔ ان میں باقی کے دو شاعر اہل بیت بشار اور ابو العتاھیہ ہیں۔ ان سب میں مقدم سید حمیری تھے۔ جیسا کہ ان کے مقدم ہونے کی بات سبھی مورخین نے کی ہے یہاں تک کہ ان کے ایک معاصر نے کہا:

''میں نے سید حمیری کے ایک ہزار قصیدے جمع کیے۔ اور میرا گمان ہے کہ ان کے کلام میں بس یہی باقی رہا ہے۔ کیونکہ میں نے بہت کوشش کی اور انتظار کیا کہ جو میرے پاس نہیں ہے اس کلام میں سے میں اس کو پالوں لیکن نہیں پاسکا تو میں نے مایوس ہو کر اس کو چھوڑ دیا۔''

لیکن آپ جب ان کے مطبوعہ دیوان اور اس بیان کا تقابل کرتے ہو تو حیران ہوتے ہو کہ یہ کلام تو چند قصیدوں پہ اور اشعار کے ٹکڑوں پہ مشتمل ہے۔ باقی کہاں گیا۔

وتستمر عملیة الإبادة الشعریة، فالکمیت بن زید الأسدی یموت مخلّفاً خمسة آلاف ومائتین وتسعة وثمانین بیتاً، (5289) کما ذکر ذلك أبو الفرج الأصفهانی فی (الأغانی) والطبری فی (تاریخه)، ولکن شعره الآن لایساوی ربع هذا العدد ! وهناك من الشعراء من اختفی اسمه مع شعره، فقد ذکر الطبری فی تاریخه: (إن عبدالله بن عمرو البدّی من أشجع الناس، وأشعرهم، وأشدهم حباً لعلی؟

یہ 'شعری نسل کشی' جاری رہی۔ جیسے کمیتبن زید الاسدی کی جب وفات ہوئی تو اس نے اپنے پیچھے پانچ ہزار دو سو ننانوے اشعار چھوڑے تھے جیسا کہ ابو الفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی اور طبری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا۔ لیکن ہمارے تک اس کا ایک چوتھائی بھی نہیں پہنچا۔ پھر ایسے شاعر بھی تھے جو اپنے ایسے کلام پہ اپنا نام ظاہر نہیں کرتے تھے۔ جیسے طبری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا: بے شک عبد اللہ بن عمرو البدی بہت بہادر انسانوں میں شمار ہوتے تھے۔ اور وہ

جوشعر کہتے ان سے شدید حب علی المرتضی کا اظہار ہوتا تھا۔“

كم من أمثال هذا الشاعر الفارس قد أضاعهم التاريخ أو بالأحرى المؤرخون؟ يقول أبو الفرج الأصفهاني في الأغاني: (كانت الشعراء لاتقدم على رثاء الحسين مخافة من بني أمية وخشية منهم)، كما ضاع أو أُضيع الكثير من شعر التوابين، (وكان مما قيل في ذلك قول أعشى همدان)، كما ذكر الطبري، وكان يسمى شعر (المكتّمات). وقد أورد ابن الأثير قصيدة منه في تاريخه

الفارس کی طرح کتنے شاعر ہوں گے جن کو تاریخ میں ضایع کر دیا گیا اور ان کے تذکرے سے مورخین دور رہے؟ ابوالفرح اصفہانی نے' کتاب الاغانی' میں لکھا:

بہت سے شعراء ایسے تھے جو مراثی امام حسین پ مبنی اپنی شاعری پہ بنو امیہ کے ڈر اور عتاب کے خوف سے اپنا نام نہیں لکھا کرتے تھے۔

جیسے تحریک توابین کے بہت سے شعر ضایع ہوگئے یا ضایع کر دیے گئے۔جیسے اس بارے میں اعشی ھمدان بارے کہا گیا ہے۔جیسے طبری نے ذکر کیا کہ وہ اپنے اشعار کو' شعر المکتمات/ خاموش کی شاعری کہا کرتا تھا۔اور اس کا ایک قصیدہ ابن اثیر نے اپنی تاریخ الکامل میں ذکر کیا ہے۔

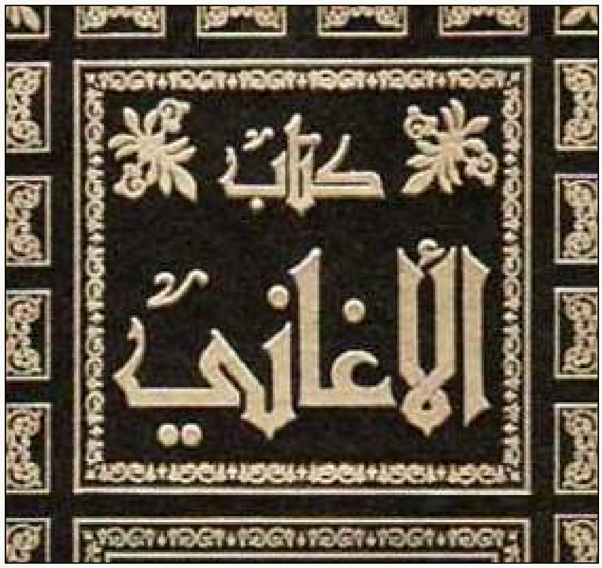

ما يورد المرزباني (مكتّمة) أخرى لعوف بن عبد الله الأزدي وهو ممن شهد مع أمير المؤمنين، عليه السلام، في صفين ومن التوابين وله قصيدة في رثاء الحسين، عليه السلام، قال عنها المرزباني إنها كانت تخبأ أيام بني أمية

جیسا کہ المرزبانی نے ایسے ہی ایک گمنام شاعر عوف بن عبداللہ الازدی کا ذکر کیا ہے۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین میں رہا اور اس نے توابین کی تحریک میں بھی شرکت کی، ان کا ایک قصیدہ رثاء حسین رضی اللہ عنہ بارے ہے ان کے بارے میں مرزبانی نے کہا وہ مرثیہ امام حسین بنی امیہ کے دور میں بالکل ہی گمنامی میں پڑا رہا اور سینہ در سینہ محبان اہل بیت میں منتقل ہوتا رہا۔

إذ قام يدعو إلى الهدى
وقبل الدعا لبيك لبيك داعيا

جب اس نے ہدایت کے لیے قیام کرتے ہوئے لوگوں کو پکارا اور اس کی دعوت کو لبیک لبیک اے دعوت دینے والے کہہ کر قبول کرلیا گیا:

كما ظهر في ذلك الوقت شعر (الجداريات)، وهو الشعر الذي كان يكتبه الشاعر على جدران الأماكن التي أعدت للاستراحة في السفر فيمر بها الناس ويقرؤونها وتتناقل على الألسن ولايعرفون لمن هي، وقد اشتهر بذلك الشاعر يزيد بن مفرغ الحميري الذي كان من الشعراء الذين رثوا الحسين، كما عُرف بهجائه الشديد للأمويين، فناله منهم أشد العذاب والتنكيل

جیسا کہ ظاہر کہ وہ زمانہ دیواروں پہ شعر لکھنے کا تھا۔شاعر شہروں میں ان سرائے کی دیواروں پہ اشعار لکھ دیا کرتے تھے جہاں لوگ دوران سفر آکر ٹھہرتے اور آرام کرتے تھے اور لوگ جب ان دیواروں کے سامنے سے گزرتے تو ان اشعار کو پڑھا کرتے تھے اور اس طرح سے یہ اشعار ان کی زبانوں پہ رواں ہوجایا کرتے تھے۔اور ان کو پتا بھی نہیں ہوتا تھا کہ وہ اشعار کن کے ہیں۔اس طرح دیواروں پہ شعر لکھنے میں ایک شاعر یزید بن مفرغ الحمیری بہت مشہور تھا جو امام حسین کے مرثیے لکھا کرتا تھا۔وہ امویوں کی شدید ہجو لکھنے میں بہت جانا پہچانا جاتا تھا۔بنو امیہ کی طرف سے اسے شدید تکلیف اور اذیت پہنچائی گئی۔

”ذلت ہم سے دور ہے“

سچ بات۔۔۔ارشاد حسین ناصر

چودہ صدیاں ہونے کو آئی ہیں، فرزند علی و بتول علیھم السلام امام حسینؑ نے کربلا کے تپتے ریگزار پہ وقت کے ظالم، فاسق، جابر حاکم، کے سامنے جھکنے سے انکار کرتے ہوئے اپنے اعوان وانصار وخانوادہ عصمت وطہارت کے چنیدہ جوانان کی قربانی پیش کرتے ہوئے جہاں اور بہت کچھ فرمایا وہیں ایک جملہ هَيْهاتَ مِنَّا الذِّلَّةُ ؛ ذلت ہم سے دور ہے کا تاریخی جملہ ادا کیا۔ یہ امام حسین علیہ السلام کا روزِ عاشورا میدانِ کربلا میں دیا گیا وہ تاریخی اور لازوال نعرہ ہے جس کا مطلب ہے: ”ذلت ہم سے بہت دور ہے، جب آپؑ کو یزیدی فوج کی طرف سے ذلت آمیز بیعت یا موت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا کہا گیا تھا، تب آپؑ نے یہ عظیم الشان جملہ ارشاد فرما کر ثابت کیا کہ حق کی خاطر جان کی قربانی دی جا سکتی ہے لیکن ظالم کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کیا جا سکتا۔

دنیا میں ارب ہا انسان آئے اور چلے گئے ان میں سے کچھ ہی لوگ ہیں جن کے چلے جانے کے بعد ان کا نام زندہ رہ گیا، جن کا نام زندہ رہ گیا ہے ان میں سے بھی چھانٹی کی جائے تو محدودے چند ہیں جن کی یاد اور ان کے کارنامے برس ہا برس ان کے مخصوص ایام میں یاد کیے جاتے ہیں، اور ان ارب ہا انسانوں میں ایک ہی ہستی ہیں جن کی نا صرف یاد منائی جاتی ہے اور ان کے مخصوص ایام میں نا فقط ان کی یاد منائی جاتی ہے بلکہ اتنی صدیاں گذر جانے کے بعد بھی ان کے کردار وعمل کو بطور اسوہ اختیار کیا جاتا ہے، اس راستے پہ چلنے کا عزم وعہد کیا جاتا ہے، آج اگر امام حسینؑ کا نام زندہ ہے تو ان کے کردار، ان کے عمل، ان کی عظیم قربانی جس کی دوسری کوئی مثال ملنا ممکن نہیں کی وجہ ہے، میدان کربلا کا روز عاشور کا منظر ذہن میں لائیں اور صبح عاشور سے عصر عاشور کے مناظر کی فلم بندی کریں، انسان واقعی حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ ایک شخص جس نے اپنے سب سے قیمتی ترین لوگ میدان جنگ میں اتار کے ان کی لاشوں کو کاندھوں پہ اٹھا کے مقتل میں سجایا ہے کیا ایسی حالت سے دوچار کوئی انسان میدان میں جا کے یہ شعار بلند کر سکتا ہے، امامؑ نے ہیہات منا الذلۃ کا شعار بلند کیا ہے، اگر کسی کا ایک پیارا، قریبی، دوست، جان سے چلا جائے تو اس کی حالت غیر ہو جاتی ہے، برداشت سے باہر غم واندوہ کی کیفیات میں چلا جاتا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ میدان کربلا میں صبح عاشور سے عصر عاشور تک امام حسینؑ اپنے سب پیاروں کو قربان کر چکے ہیں اور میدان میں اترتے ہیں، یزیدیوں کو للکارتے ہیں، انہیں

اپنا تعارف کراتے ہیں، اپنے رشتے بالخصوص رسول خدا اور ان کی لاڈلی صاحبزادی سیدہ فاطمہ زہرا سے اپنے تعلق کو یاد کراتے ہیں، اس حالت میں جب ان کے بازو قلم ہو چکے تھے، جب ان کی کمر کی طاقت نہیں رہی تھی، جب ان کی آنکھوں کا نور اور ٹھنڈک ان کے سامنے ان سے وداع ہو چکی تھی ایسے لمحات واوقات میں نارملی انسان کمپرومائز ہو جاتا ہے کمزور ہونے کے بعد، طاقت چھن جانے کے بعد مگر امام حسینؑ نے بھرپور رجز خوانی کی ہے اور ذلت ہم سے دور ہے کا عملی شعار بلند

کیا ہے، بھرپور جنگ کرتے یزیدیوں کولتاڑتے، گراتے اورخون میں نہلاتے شاہسوارعرب کے فرزند بالآخر اپنی جان سے کھیل گئے مگر ذلت گوارانہیں کی یہی وجہ ہے کہ ان کا نام زندہ ہے، ان کا کردار زندہ ہے اور جو بھی یہ کردار اختیار کرتا ہے وہ بھی کربلا کے شہداء کی طرح جاویدانگی پاتا ہے، ہمیشگی اور دلوں کو فتح کر کے قلوب کا مکین ہوجاتا ہے۔

آج کے دور میں ہمارے زمانے میں جو کربلا برپا ہے اس میں فرندان امام حسینؑ امام خمینی اور ان کے جانشین امام خامنہ ای نے ہیہات منا الذلہ کے شعار کی عملی تعبیر پیش کی ہے، بالخصوص امام خامنہ ای نے یزیدان عصرنو کو نا فقط للکارا بلکہ للکارتے ہوئے میدان میں اتر کے کسی بھی قسم کی کمزوری نہیں دکھائی، کہیں بھی جھکنے کا تاثر نہیں دیا، کہیں جان بچانے اور اصولوں پہ سمجھوتے کی کوشش نہیں کی بلکہ ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے، جس ماحول وانداز سے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا وہ بھی اپنے جد کی عین سنت ہے کہ امام خامنہ ایکے سارے پیارے شام، لبنان، یمن، عراق، ایران میں اپنی جانوں کو پیش کر چکے یہ وہ لوگ تھے جو رہبر شہید کی جان تھے، جو دست وبازو تھے جو کمر کا زور تھے انکے چلے جانے کے بعد آقا خامنہ ای شہید کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا اور کسی دھوکہ، کسی فریب، کسی جال کا شکار ہونے کی بجائے موت کو گلے لگانا واقعی کردار کربلا اور ہیہات منا الذلہ کو بھولا ہوا سبق یاد کرانے کے مترادف ہے امام خامنہ ای نے ، ہیہات منا الذلہ کی آج کے دور میں تعبیر وتصویر دنیا کو دکھا دی یہی وجہ ہے کہ دنیا نے تاریخ کے اس سنہرے کردار کو جب اپنے سامنے دہراتے دیکھا تو پھر گرویدہ ہوگئے، اس در پہ جھک گئے جس کے خلاف اموی پراپیگنڈہ فیکٹریوں سے ہمیشہ جھوٹ، افترا، الزامات ہی پھیلائے جاتے رہے۔

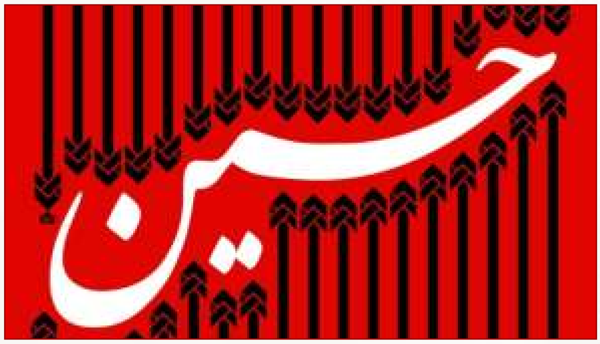

آج ہیہات منا الذلہ کا شعار بلند کرنے والے حسینیوں نے اپنے دشمن جو انسانیت، ایرانیت، پاکستانیت، اسلامیت کا بھی دشمن ہے یعنی امریکہ و اس کالے پالک بچہ اسرائیل کی ناک رگڑ دی ہے جس پہ بہت سوں کو شدید تکلیف ہو چکی ہے، جنگ کے میدان سے لے کر سفارت کے میدان میں فتح کے جھنڈے گاڑتے حسینیوں نے مزاکرات کے میدانوں میں بھی کامیابیوں کے کامرانیوں کے جھنڈے بلند رکھے ہیں اور انہیں جھکنے نہیں دیا، سینتالیس برس تک مسلسل یزیدیوں، امویوں کے ظلم وطاقت وقوت کے سامنے نا جھکنے والوں نے کربلا سجا کر دکھا دی اور سمجھا دی جو لوگ کربلا کے میدان میں امام حسینؑ کی شجاعت و بہادری اور استقامت و دلیری کو نہیں دیکھ سمجھ سکتا تھا آج فرزندان کربلا، فرزندان عاشورا مکتب حسینی کے پیروان نے سمجھا بھی دی دکھا بھی دی اور بتا بھی دی۔

کربلا کی یہی خاصیت وخصوصیت دنیا کے ہر واقعہ سے منفرد ہے کہ اس کو دہرایا جاتا رہے گا، اتنی صدیاں گذر جانے کے بعد بھی اس کی ہمیشگی وتازگی برقرار ہے اسلئے کہ جمہوری اسلامی ایران، لبنان، یمن، عراق، فلسطین، شام، پاکستان، نائیجیریا، میں کربلائیوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے کربلا کی آفاقیت، ہمیشگی، تازگی کو اپنے سرخ خون سے داستان ہائے شہادت و سعادت لکھ کے زندہ رکھا ہے، کربلا اور کربلا والے کبھی بھی ذلت قبول نہیں کرتے اور وقت کے ظالموں سے ٹکراتے رہتے ہیں، ہیہات منا الذلہ کا درس جب مائیں گھٹی میں پلا دیتی ہیں تو شہادت کو سعادت سمجھنے والے فرزندان پروان چڑھتے ہیں، یہ وراثت چودہ صدیوں سے جاری ہے اور جاری رہے گی جب تک منتقم خون حسینؑ تشریف نہیں لے آتے یہ کربلائیں برپا ہوتی رہینگی۔

علامہ محمد اقبال کا
امام حسین علیہ السلام کو خراج عقیدت

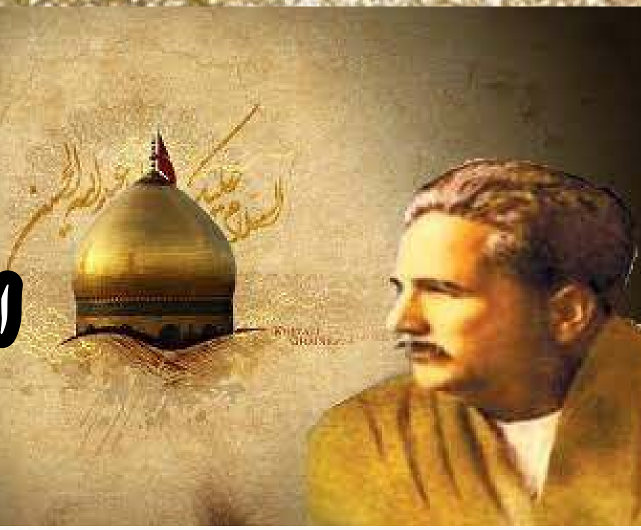

شفقنا

ڈاکٹر محمد اقبال (1877-1938) جنہیں دنیا میں شاعر فلسفی مشرق کے نام سے جانا جاتا ہے، نے اپنی زندگی امت مسلمہ کو بیدار کرنے اور اسے روحانیت، علم، جہاد، قربانی اور شہادت کے راستے پر گامزن کرنے کے لیے وقف کر دی۔

ڈاکٹر اقبال کا اہل بیت (پیغمبر کی برگزیدہ اولاد) پر مستقل ایمان تھا۔ وہ کربلا کے المناک واقعات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنے کئی شعروں میں نوعِ انسانی کو امام حسینؑ کی تقلید کے لیے عالمگیر پیغام دیا جنہوں نے حق کی قربان گاہ پر اپنی جان قربان کی۔ امام حسین کی شہادت پر ان کی شان بے مثال کھڑی ہے اور ان تمام لوگوں کے لیے چشم کشا ہے جو اسلام کی محض زبانی خدمت کر رہے ہیں۔

مندرجہ ذیل اشعار میں ڈاکٹر اقبال نے امام حسینؑ کے بارے میں اپنے جذبات واحساسات کو بیان کیا ہے:

ڈاکٹر اقبال کا اہل بیت (پیغمبر کی برگزیدہ اولاد) پر مستقل ایمان تھا۔ وہ کربلا کے المناک واقعات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنے کئی شعروں میں نوعِ انسانی کو امام حسینؑ کی تقلید کے لیے عالمگیر پیغام دیا جنہوں نے حق کی قربان گاہ پر اپنی جان قربان کی۔ امام حسین کی شہادت پر ان کی شان بے مثال کھڑی ہے اور ان تمام لوگوں کے لیے چشم کشا ہے جو اسلام کی محض زبانی خدمت کر رہے ہیں۔

مندرجہ ذیل اشعار میں ڈاکٹر اقبال نے امام حسین کے بارے میں اپنے جذبات واحساسات کو بیان کیا ہے:

جس طرح سے مجھے شہید کربلا سے پیار ہے
حق تعالی کو یتیموں کی دعا سے پیار ہے

ڈاکٹر اقبال امام حسین سے اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کو یتیموں کی فریاد سننا پسند ہے، اسی طرح شہدائے کربلا سے بھی محبت ہے۔

رونے والا ہوں شہید کربلا کے غم میں
کیا درِ مقصود نہ دینگے ساقی کوثر مجھ کو

ڈاکٹر اقبال کا حضرت امام حسین ع پر مکمل یقین ہے۔ اس واقعہ کے ہیرو امام حسین، بہادر علی ع کے بہادر بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے نے یزید کو اسلام کا خلیفہ تسلیم نہ کرنے کا پختہ موقف اختیار کیا۔ یہ اسلام کے اصولوں اور عقائد کے تحفظ کی جنگ ہے۔ امام حسین علیہ السلام 2 محرم 61 ہجری کو اپنے چھوٹے بچوں، خواتین اور صرف 72 ساتھیوں کے ساتھ کربلا پہنچے۔ محرم کی دس تاریخ کو انہیں بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔

یہ وہ سانحہ تھا جس پر اقبال نے آنسو بہائے۔ ان کا خیال ہے کہ اس پر ماتم اور نوحہ اس کی (اقبال کی) نجات کا باعث بنے گا۔ اس کا یہ بھی ماننا ہے کہ ساقی کوثر کے رب (جنت میں حوض) کوثر عطا فرمائیں گے۔ امام علی ع ان سے محبت کرتے ہیں جو امام حسینؑ کے لیے روتے ہیں۔ وہ امید کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ چونکہ وہ حسین کے لیے غم سے آنسو بہاتا ہے، اس لیے امام علی ع اسے ہر طرح کی مدد فراہم کریں گے جس کی اسے ضرورت ہے۔

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ، ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

ڈاکٹر اقبال کا کہنا ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کا واقعہ بہت سادہ اور دلچسپ ہے۔ اس کی تعمیر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بہت تکلیفیں اٹھانا پڑیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ان بتوں سے پاک کیا جو اس میں تھے اور اس طرح اس کی شان کو بلند کیا۔ پہلا پتھر واقعی اسماعیل نے رکھا تھا۔ اس نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا لیکن قربانی مکمل نہیں ہوئی کیونکہ اس کی جگہ ایک مینڈھے نے لے لی اور قرآن پاک کے مطابق عظیم قربانی یا ذبح عظیم بعد میں آنی تھی اور ان کی اولاد میں سے ایک حسین نے مکمل کی۔۔ پس در حقیقت اللہ سے محبت کے جذبے کی انتہا اس وقت ہوئی جب امام حسین نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے خانہ کعبہ کے وقار کو محفوظ رکھا۔

حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیّری
بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی

ڈاکٹر اقبال نے یہاں دو چیزوں کا موازنہ کیا ہے شبیری یا حسینیت۔ وہ اصول جو امام حسین علیہ السلام اور یزیدیت کے ذریعہ بیان کیے گئے ہیں، یعنی دنیاوی طاقت اور اختیار۔ حسین علیہ السلام اللہ سے عقیدت اور محبت کی علامت تھے، یعنی اللہ کے سوا کسی کے آگے سر تسلیم خم نہ کریں۔

کوفہ اور شام کے حکمرانوں کا جذبہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے کیونکہ وہ دھوکہ دہی، بے ایمانی اور سیاسی مصلحتوں اور چالبازیوں کے ذریعے طاقت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس سچائی کے خلاف کبھی نہیں بدلتا۔ چنانچہ امام حسین نے جو مقام حاصل کیا، وہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ہر دور میں اعتراف اور اعتراف کیا جائے گا۔

قافلۂ حجاز میں ایک حُسینؓ بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

ڈاکٹر اقبال کو یہ جان کر دکھ ہوا کہ عراق انگریزوں کے تسلط میں ہے۔

اسے مایوسی ہوئی کہ مسلمان ہمت ہار چکے ہیں اور ذلت سے دوچار ہیں۔ دجلہ اور فرات کی سرزمین نے اسلام کے کچھ کٹر عقیدت مندوں کو بلایا جو انہیں ان کی غلامی سے آزاد کر سکتے تھے۔ اقبال کی خواہش تھی کہ کوئی شخص امام حسین کا پیروکار عراق کے مسلمانوں کی مدد کے لیے سامنے آجائے!

صدیقِ خلیل بھی ہے عشق صبرِ حسین بھی ہے عشق
مریکہ الوجود مائیاں بدر و حنین بھی ہے عشق

ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں کہ اللہ کی محبت کئی طریقوں سے ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے آگ میں ڈالے جانے کو قبول کیا، اور آگ ایک کھلتے ہوئے باغ میں بدل گئی۔

صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق، صبرِ حُسینؓ بھی ہے عشق
معرکۂ وجُود میں بدر و حُنَین بھی ہے عشق

اس سے ان کی اللہ سے شدید محبت ظاہر ہوتی تھی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر اور حنین کو اللہ سے اپنی شدید محبت کے ذریعے فتح کیا۔ اسی طرح امام حسین نے میدان کربلا میں صبر کا مظاہرہ کیا جہاں انہوں نے اپنے اہل وعیال اور ساتھیوں کے ساتھ نہ صرف تین دن کی پیاس برداشت کی بلکہ اپنی جان بھی حق اور محبت کی خاطر قربان کر دی۔ اللہ سے محبت ایک خوبی ہے، ایک قوت ہے، ایک محرک ہے، جو ہمارے اندر غیر معمولی صبر اور تحمل پیدا کرتا ہے۔

اک فقر ہے شبیّری، اس فقر میں ہے میری
میراثِ مسلمانی، سرمایۂ شبیّری!

ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں کہ درویش کی زندگی گزارنے کا ایک بہت ہی عمدہ طریقہ ہے لیکن یہ اس شخص کی زندگی سے مختلف ہے جو بھیک مانگنے یا تنہائی میں زندگی گزارتا ہے۔ ہمیں امام حسین علیہ السلام سے سبق حاصل کرنا چاہیے جنہوں نے ایک درویش کی زندگی گزارتے ہوئے اللہ کی محبت اور اس کی رضا کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی فکر نہیں کی۔ امام حسین علیہ السلام کے راستے پر چلنا ہمیں لوگوں میں سردار کا لقب عطا کرے گا۔ ایک مسلمان کو یہ دولت امام حسین علیہ السلام سے وراثت میں ملی ہے اور ہمیں اس کا بہترین استعمال کرنا چاہیے۔ امام حسینؑ نے ہمیں ایثار و قربانی، صبر، تحمل اور اللہ کے سوا کسی کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا درس دیا ہے۔

آں امام عاشقاں پور بتول
سرو آزادے زبستان رسول

اب ڈاکٹر اقبال نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بیٹے کے لیے اپنی تعریفیں

کھولیں۔ آپ اللہ کے عاشقوں کے سردار اور باغِ نبوی کا ایک سدا بہار درخت تھے۔ امام حسینؑ نے جو شیطانی قوتوں کے خلاف کھڑے ہوئے، یزید کو اسلام کا خلیفہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اسلامی اصولوں کے وقار کو برقرار رکھتے ہوئے کربلا کے میدان میں اپنے 72 پیروکاروں کے ایک چھوٹے سے دستے کے ساتھ اپنی جان قربان کی۔

اللّٰہ اللّٰہ، بائے بسم اللّٰہ پدر
معنی "ذبح عظیم" آمد پسر

امام حسین ع نے لا کے لیے تلوار اٹھائی یعنی (اللہ کے سوا) کوئی معبود نہیں اور کفر کو کچل دیا۔ اس نے کربلا کے بیابان میں اللہ (توحید) یا توحید کا نشان لگایا۔ یہ ہماری نجات کا عنوان تھا۔ درحقیقت ہم نے توحید یا توحید کا سبق امام حسین علیہ السلام سے سیکھا ہے، جنہوں نے اللہ کی خاطر اور اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی تکمیل کے لیے اپنی جان کا نذرانہ دے کر ہمیں عملی طور پر قرآن کا راز سکھایا۔ ہم نے اللہ کی محبت کی آگ سے گرمی جمع کی ہے جو امام حسین کے پاس تھی۔ ڈاکٹر اقبال کا مطلب ہے کہ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی اللہ سے محبت اور قربانی دنیا کے تمام لوگوں کے لیے بہترین سبق بننا چاہیے۔

امام حسین کے بے مثال امتیاز پر خوشی کے ساتھ زور دیتے ہوئے اقبال کہتے ہیں کہ جہاں ان کے والد گرامی (علی) قرآن کا پہلا حرف تھے*، قرآن میں ذبح عظیم کا مطلب امام حسین کی قربانی ہے۔

* یہاں اقبال اس روایت کا حوالہ دیتے ہیں جس میں حضرت علی کا قول ہے کہ: ''جو کچھ قرآن پاک میں ہے وہ پہلے باب (سورہ فاتحہ) میں ہے؛ اس سورت (باب) میں جو ہے وہ پہلی آیت (بسم اللہ) میں ہے۔ بسم اللہ میں جو ہے وہ اس کے پہلے حرف (با) میں ہے۔ بی اے میں جو ہے وہ اس کے نیچے نقطے میں ہے اور بیشک میں بی اے کے نیچے نقطہ ہوں۔

سورکھ رو عشق غیور از خون ای
سورکھیے میں مصرعہ مزمون ای او
(اسرار ورموز)

سرخ رو عشقغیور از خون اے
سرخی مصرعہ مضمون اے اور

اقبال کہتے ہیں کہ امام حسین کی قربانی کی وجہ سے ہی عظمت کے اعلیٰ ترین احساس کے ساتھ محبت عزت کی بلندیوں پر پہنچی ہے۔ اس کا رنگ اور چمک حسین کے خون کی مرہون منت ہے۔

باتل اخر داغ حسرت میری است
زندہ حق از قوت شبیر است
باطل آخر داغ حسرت میری است
(اسرار ورموز)

اقبال کہتے ہیں کہ سچائی امام حسین کی طرف سے دی گئی طاقت کی بدولت زندہ رہتی ہے اور اس طرح اسے لافانی بنا دیتی ہے۔ غلط کے مقابلے میں حق کا اعلان کرنے کے لیے ان کی قربانی تاریخ میں مثال سے باہر ہے۔ اگرچہ غلط کی فتح تھوڑی دیر کے لیے نظر آتی ہے، امام حسین نے دکھایا ہے کہ اس کی فتح ہمیشہ عارضی ہوتی ہے اور اس کا انجام ہمیشہ فنا ہو جاتا ہے۔

بحر حق در خاک و خون غلطیدہ است
پس بنا اے لااللہ گردیدہ است
حسین کو انتہائی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا

حق کی خاطر ان کا خون کربلا کی ریت پر بہایا گیا۔ چنانچہ اقبال یقین کے ساتھ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ حسین نے اسلام کی بنیاد رکھی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جب اسلام کے عقائد کو مسخ اور مسخ کیا جا رہا تھا تو حسین سامنے آئے اور ان کے خون نے اسلام اور سچائی کو نئی زندگی دی۔

وان دیگر مولا ابرار جہاں
قضاوت بازو احرار جہاں
(رموز بیخودی)

واں دیگر مولا ابرار جہاں
قوت بازو احرار جہاں

حسین دنیا کے متقیوں کے رہنما اور دنیا میں انصاف اور ظلم سے نجات کے تمام مہم جوؤں کے لیے طاقت کا سرچشمہ ہیں۔ اقبال اس طرح حسین کو ایک عالمگیر آئیکن کے طور پر دیکھتے ہیں جو تمام معزز لوگوں کو ان کی سچائی اور انصاف کے حصول میں متحد کرنے اور متحد کرنے کی تحریک دیتے ہیں۔ حسین کی بے پناہ قربانی کے بعد، ہم میں سے ہر ایک کے سامنے ہمیشہ حق اور باطل میں فرق کرنے کے لیے نجات کا راستہ کھلا ہے۔

دار نوائے زندگی سوز عز حسین

اہل حق حریت عاموز حسین
اہل حق حریت آموز از حسین
(رموز بیخودی)

حسین ہر حال میں سچائی کو اپنے وجود کا محور بنانے کے لیے ہمت پیدا کر کے زندگی کے لیجے کا جذبہ بن جاتے ہیں۔ حسین سچے لوگوں کو حقیقی آزادی حاصل کرنے اور اسے برقرار رکھنے کی اپنی جستجو میں طاقت دیتے ہیں۔ ظالم کے مطالبے کے سامنے اپنے اصولوں کو تسلیم کرنے کے بجائے اس کے جان دینے نے ایک ایسا اخلاقی نمونہ قائم کر دیا ہے جو اپنی اہمیت اور اثر و رسوخ کے لحاظ سے غیر مساوی ہے۔

موسیٰ یا فرعون یا شبیر یا یزید
موسیٰ و فرعون شبیر و یزید
دو طاقت از حیات آمد پدید
(رموز بیخودی)

برائی اور خوبی اور سچائی اور فریب زندگی سے وجود میں آئے۔ یہ مخالف قوتیں تب سے ہی ایک دوسرے کے ساتھ متضاد اور متصادم ہیں۔ حق اور باطل کے درمیان ابدی کشمکش کے سب سے بڑے پیراگون موسیٰ اور فرعون کے درمیان کشمکش اور امام حسین اور یزید کے درمیان تصادم نے قائم کیے تھے اور یہ ہمیشہ کے لیے موسیٰ اور حسین کی اقدار اور اصولوں کے ماننے والوں کے درمیان جدوجہد سے مزین ہیں۔ جو فرعون اور یزید کے راستے پر چلتے ہیں۔

ازما ای اون چھون کوہساراں استوار
پیدار یا تندسیر یا کامگار
آزما اوچوں کوہسارا استوار
پیدار و تندیر و کامگار
(رموز بیخودی)

اقبال بیان کرتے ہیں کہ حسین کا عزم پہاڑوں کی طرح مضبوط ہے۔ وہ کسی ظالم اور ظالم حکمران کی بیعت نہ کرنے کے اپنے انتخاب پر ثابت قدم رہے اور کسی قسم کی ترغیب اور مصائب اسے راہ راست سے نہ ہٹا سکے۔

تیغ بہر عزت اور بس
مقصود ای او حفظ ای عین است
تیغ بحر عزت دین است و بس
مقصد محفوظ است و بس
(رموز بیخودی)

اقبال کہتے ہیں کہ حسین کی تلوار صرف اپنے ایمان کی عزت کو برقرار رکھنے کے لیے وقف تھی۔ یزید کے حکم کی خلاف ورزی کرنے میں حسین کا واحد مقصد خدا کے کلام کا دفاع کرنا تھا۔ یہ بات واضح ہے کہ اگر حسین یزید کے سامنے کھڑا نہ ہوتا تو یزید اپنی بے حسی کے مطابق اسلام کے احکام کو توڑ پھوڑ کرنے سے بالکل بے نیاز محسوس کرتا۔ حسین کے موقف اور مصائب نے لوگوں کی روح کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور سچائی کے لیے بہادری اور قربانی کے جذبے کو پروان چڑھایا جو کربلا کے وقت سے اب بھی پروان چڑھ رہا ہے۔

سر ابراہیم یا اسماعیل بد
یانی عن اجمال را تفسیل بد
سر ابراہیم و اسماعیل
یعنی ہاں اجمال کی تفصیل
(رموز بیخودی)

اقبال بیان کرتے ہیں کہ کربلا میں حسین انبیاء ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے واقعہ کا حقیقی مصداق ہے، جو درحقیقت قربانی کے اس مظہر کا ایک تمہید تھا جو کربلا میں پیغمبر اسلام کی اولاد نے اپنے خون سے انجام دیا تھا۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے اسماعیل کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار کیا تو خدا نے اسماعیل کو بچایا اور اس کے بدلے ایک بھیڑ کا بچہ بھیجا کہ وہ قربان کیا جائے۔

خدا نے کہا کہ اسماعیل کی قربانی کو 'ذبح عظیم' عظیم ذبح سے بدل دیا جا رہا ہے۔ خدا کے عین الفاظ یہ ہیں: ''وفدائین ہو ذبحین عظیم'' (37-107) (ترجمہ: اور ہم نے اسے ایک اہم قربانی کے ساتھ فدیہ دیا یوسف علی)۔ اقبال یہاں متعدد صف اول کے مسلم علماء (مثال کے طور پر شاہ ولی اللہ، سروش

شہادت میں) کی بازگشت کرتے ہوئے یہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن میں ''ذبح عظیم''، کربلا میں امام حسین کی قربانی کو ظاہر کرتا ہے۔

دشمنان چھون ریگ سحر لتاداد
دوستاں او بہ یزداں ہم عداد
دشمن چوں رگ صحرا لتا داد
دوستاں با یزداں ہم داد
(رموز بیخودی)

حسین کے اردگرد کی ساری زمین اس کے دشمنوں سے اس طرح بھری ہوئی تھی جیسے ریت سے پھٹا ہوا صحرا۔ جبکہ، حسین کے پاس صرف بہت کم ساتھی تھے (72) بمشکل، انہوں نے 'یزداں' میں حروف تہجی کے عددی خلاصے کے برابر اضافہ کیا ایک لفظ جس کا مطلب ہے خدا۔

دوشِ خاتم المرسلی نعم جمال
بجرے ہاں شہزادے خیرل ملال
دوش ختمل مرسلین نمل جمال
(رموز بیخودی)

اقبال نے یہاں ترمذی وغیرہ کے بیان کردہ ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایک دفعہ امام حسین نے اپنے نانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر سوار کیا۔ کسی نے کہا، ''یہ کتنی اچھی گاڑی ہے!'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور یہ کتنا اچھا سوار ہے!''

ڈاکٹر اقبال نے اس واقعہ کا تذکرہ اس بات کو ظاہر کرنے کے لیے کیا ہے کہ حضورؐ نے اپنے نواسے کے لیے اپنی محبت کو کتنی اہمیت دی تھی۔

دارمیاں امت کیواں جانب،
ہمچو حرف القول ھواللہ دار کتاب
درمیان امت ہاں کیون جناب
ہمچو حرف قل ہو ولادر کتاب
(رموز بیخودی)

یہاں اقبال نے حسین کے مقام پر بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ پیغمبر کے پیروکاروں میں امام حسین کو وہی مقام حاصل ہے جو قرآن میں قل ھواللہ کی آیات کا ہے۔ جس طرح قل ھواللہ (کہو کہ وہ ایک ہے) قرآن میں سب سے زیادہ اور بالکل غیر مبہم اور قطعی حکم ہے، اسی طرح امام حسین اپنے اٹل اعتقاد اور سچائی پر بیعت کے ذریعہ اپنے آپ کو پیغمبر کے پیروکاروں میں ممتاز کرتے ہیں۔

چون خلافت رشتہ از قرآن گسخت
حریت را زھر کام رخت کے تحت
چوں خلافت از قرآن گسیخت
حریت را سمندر اندر کم رخت
کھست سر جلوے خیر الامام
(رموز بیخودی)

Choon Sahabe قبلہ باران در قدم
(رموز بیخودی)
خاستاں سر جلوے خیر العمل
چوں صحابے قبلہ براں درقد
بار زمین کربلابارد او رافٹ
لالہ در ورناہا کرید یا بیڑا
(رموز بیخودی)
زمین کربلا ہوا
لالہ در ویران کرید و رفت
تا قیامت قطع استبداد کرد
موج خون و چمن ایجاد کرد

اقبال کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں کی سیاست نے قرآن مجید کے احکام سے اپنا تعلق منقطع کیا تو اس نے حق اور آزادی کو مسخر کر دیا۔ پورا معاشرتی نظام درہم برہم ہو گیا اور کوئی بھی ظالم حکمرانوں اور ان کی حکومت کے خلاف ایک لفظ بھی نہ بول سکا۔ اور پھر حسین علیہ السلام آئے جو بادل کی طرح اپنے قدموں تلے رحمت کی بارش برسا رہے تھے۔ اس نے کربلا کی بنجر ریت پر رحمتیں برسا کر اس صحرا کو سچائی اور انسانیت کے کھلتے باغ میں بدل دیا۔ اس طرح حسین بلاشبہ آزادی کے نجات دہندہ تھے اور کربلا ظلم کے خلاف جدوجہد کی ابدی علامت اور تحریک بن چکا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ امام حسین نے استبداد کو ہمیشہ کے لیے جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور ان کے بڑھتے ہوئے خون نے سچائی اور آزادی کے لازوال پھول کو پروان چڑھایا۔

خود نا مشکل با چونیاں سماں سفر
مد یش بود سلطنت اگر
خود نا ہردے چنیں سامان سفر
(رموزبیخودی)

اقبال بیان کرتے ہیں کہ امام حسین کا یزید کی بیعت سے انکار کا واحد مقصد حق کو برقرار رکھنا تھا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب وہ مدینہ سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے تو ان کے پاس اپنی بہنوں اور بچوں سمیت اپنے رشتہ داروں کا ایک چھوٹا سا گروہ تھا، جن میں سے ایک کی عمر صرف چند دن تھی۔ ان کے بعض ساتھیوں کی عمریں اسی سال سے زیادہ تھیں۔ اگر وہ کسی سیاسی لڑائی یا جدوجہد کا تصور کرتے تو ایسے لوگوں کو ساتھ نہ لیتے۔

تیغ لاچھوں عز میاں برو کاشد
عز راگِ اربابِ بُتلِ خُون کاشِد
نقشِ اَللہ بار سحرا نوشت
سترِ انوانِ نجاتِ ما نوشت
رمز قرآن عز حسین مختیم
زا اعتیش عو شعلہ اندوختیم
(رموزبیخودی)

تیغ لاچوں از میہ بروں کشید
ازرگ ارباب باطل خون کشید
نقش لاالہ بر صحرا نوشت
ستر عنوان نجات ما نوشت
رمز قرآن از حسین امت
زا آتش شعلہ اندوختیم

امام حسینؓ کی ''نو'' کی تلوار نے جابر استبداد کے پیروکاروں کا خون بہا دیا۔ اس نے کربلا کے صحرا میں خدا کی وحدانیت کی مہر ثبت کی اور اس طرح ہماری نجات کی داستان رقم کی۔ درحقیقت ہم نے قرآن کے حقیقی معانی اور منشا کو حسین سے سیکھا ہے، جو اس کے ضابطہ سچائی اور اصولوں کے مطابق زندگی گزارتے تھے۔ ہمارے دلوں میں سچائی کے شعلے اور خدا کی محبت جل رہی ہے ان کی گرمی حسین کی جلائی ہوئی آگ کے مرہون منت ہے۔

شوکتِ شام و دور بغداد بیڑا،
ستوتِ غرناطہ ہم از یاد بیڑا
(رموزبیخودی)

شکوت شام و فرے بغداد رفتہ
سطوت غرناطہ ہم از یاد رفتہ
تارِ ما عز زخما راش لارزن ہنوز،
تعزیہ تکبیر او امام ہنوز
(رموزبیخودی)

تا مہ از زخمی اش لرزاں ہنوز
تذہ از تکبیر ایمان ہنوز

اقبال کہتے ہیں کہ سیاسی لڑائیوں سے حاصل ہونے والی شاہانہ عظمت عارضی ہے۔ شام اور بغداد کے تختوں کی وہ شان وشوکت جو کبھی طاقتور بادشاہوں کے تخت نشین ہوا کرتی تھی اب نہیں رہی۔ کسی کو گراناڈا کی رونق یاد نہیں جو اسپین میں مسلم بادشاہت کا مرکز تھا۔ لیکن میرے اندر کا ہر ریشہ آج بھی کربلا میں حسینؓ کی پکار پر لبیک کہتا ہے اور ان کا پیغام ہمارے ایمان کی آبیاری کرتا رہتا ہے۔

عی سبعہ اداک دور افتادگان،
اشکِ ما بار خاکِ پاکِ او رساں
(رموزبیخودی)

اے صبا اے پیک دور افتادن
اشک ما بر خاکی و رسان

یہ شعر اقبال کی امام حسینؑ سے محبت اور ایمان کی فصاحت کے ساتھ تصویر کشی کرتا ہے۔ اقبال اس قدر نرمی کے ساتھ اپنے آپ کو ہوا کے جھونکے سے مخاطب کرتے ہیں، جو محاورہ کے طور پر کسی دور جگہ پر عاشق کا پیغام محبوب تک پہنچا دیتی ہے۔ اقبال نے ہوا سے کہا کہ وہ اپنے آنسو امام حسینؑ کے لیے روتے ہوئے کربلا کی مقدس سرزمین پر لے جائے تاکہ انہیں امام حسینؑ کی قبر پر رکھ دیں۔

ہم اور امام حسین علیہ السلام

تحریر: محمد ہادی صحرائی

امام حسین علیہ السلام سے ہماری عقیدت کا اظہار انتہائی آسان بھی ہے اور بہت مشکل بھی۔ یعنی اسے سمجھنا بہت آسان ہے لیکن دوسروں کیلئے اسے بیان کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ نہیں معلوم کہاں سے شروع کروں؟ شاید اس زمانے سے جب حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی گوندھی گئی اور اس میں امام حسین علیہ السلام کا عشق ملا دیا گیا یا شاید حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی گوندھنے میں امام حسین علیہ السلام کے غم میں گریہ کناں فرشتوں کے آنسوؤں کو استعمال کیا گیا جس کے نتیجے میں امام حسین علیہ السلام سے عشق تمام ادیان اور مذاہب سے بالاتر ہے اور جس نے بھی ان کا نام سنا ہے اس کا دل کانپ اٹھا ہے اور بے اختیار اس کے آنسو جاری ہو گئے ہیں۔ اور یقیناً شیعیان حیدر کرار علیہ السلام کی مٹی اہلبیت اطہار علیہم السلام کی مٹی سے لی گئی ہے (اَللّٰھُمَّ اِنَّ شیعَتَنا مِنّا خُلِقُوا مِنْ فاضِلِ طینَتِنا وَ...؛ خدایا، ہمارے شیعہ ہم سے ہیں اور ہماری اضافی مٹی سے خلق کئے گئے ہیں؛ دعائے امام زمانہ عج) جس کی وجہ سے وہ حسین علیہ السلام کا نام لینا نہیں چھوڑتے۔

شاید فرمان خداوندی

إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ

''میں ایسا کچھ جانتا ہوں جو آپ نہیں جانتے۔'' (سورہ بقرہ/آیت 30)

اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو خلق کرتے وقت خدا بھی امام حسین علیہ السلام کی یاد میں مشغول تھا لہذا انسانوں کے دل حسین علیہ السلام کے عاشق ہو گئے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم اور میں اس کے علاوہ کسی اور چیز کے بارے میں نہیں سوچنا چاہتا اور جانتا ہوں کہ محرم شروع ہو چکا ہے اور ہماری قلبی کیفیات میں طوفان برپا ہو چکا ہے۔ سب عزاداری امام حسین علیہ السلام منانے کیلئے سرگرم عمل ہو چکے ہیں۔ عشق حسین علیہ السلام اچھے اور برے انسانوں میں فرق کا قائل نہیں۔ امام حسین علیہ السلام کا نام اسرافیل کے صور کی مانند ہے جو حتی مردوں کو زندہ کر دیتا ہے چہ جائیکہ ہمارے قلوب، ایسی پیاری خوشبو ہے جو سب محسوس کرتے ہیں لہذا شاعر کہتا ہے: ''روح پرور نسیم کی آمد ہے، کرب وبلا کی خوشبو کی آمد ہے۔''

گویا اہم واقعہ رونما ہونے والا ہے اور شہر کے لوگ کسی مہمان کی راہ تک رہے ہیں۔ تیار ہو رہے ہیں اور خود کو آمادہ کر رہے ہیں۔ لیکن چراغانی اور جھنڈیاں لگانے کی بجائے سیاہ بینر لگا رہے ہیں، پوسٹر چسپاں کر رہے ہیں، سیاہ لباس پہن رہے ہیں اور عزاداری کیلئے تیار ہو رہے ہیں۔ عجیب سا جذبہ ہے جو حسین علیہ السلام نے سب کے قلوب میں ڈال دیا ہے۔ لوگ مہمان کے منتظر ہیں لہذا چائے اور شربت کی سبیلیں لگائی جا رہی ہیں۔ شہر کے گلی کوچوں سے اگربتی اور عرق گلاب کی خوشبو آ رہی ہے۔ گلی کوچوں میں صفائی اور پانی کی سبیلیں تو دیکھیں۔ اس عظیم دعوت کا مہمان خانہ مساجد اور امام بارگاہوں سے پہلے انسانوں کے قلوب ہیں جو دشمنی اور کینے سے عاری ہو گئے ہیں اور عشق حسین علیہ السلام سے لبریز ہو گئے ہیں۔ دیکھو کیسے مہمان کے عشق نے لوگوں کو ایکدوسرے پر مہربان کر دیا ہے، دلوں کی کدورت ختم ہو گئی ہے اور قلوب ایکدوسرے سے قریب آ گئے ہیں۔ مہمان آ رہا ہے۔ کمیت، دعبل، فرزدق، حسان، آغاسی آئیں اور اس کی مہمان نوازی کیلئے تیار ہو جائیں۔ غزل خوان کہاں ہے، قصیدہ سرا کہاں ہے؟ رباعی خوانوں کو کہہ دیں لائن بنا لیں۔ عوام کو اطلاع دیں۔ اہل کنعان تک یہ خبر پہنچا دو، کسی کا خون آلود پیراہن آ رہا ہے۔

شہر میں امن وامان ہے، حسین علیہ السلام آ رہا ہے۔ شیطان فراری ہو چکا ہے

اور کروڑوں کی تعداد میں فرشتے اور حوریں علم حسین علیہ السلام سے خود کو متبرک کرنے زمین پر نازل ہو رہے ہیں۔ وہ بھی حسین علیہ السلام کے مہمان ہیں، اسی طرح جیسے ہم حسین علیہ السلام کے مہمان ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ پوری کائنات حسین علیہ السلام کی مہمان ہے اور وہ حقیقی میزبان ہیں۔ یہ تمام تیاریاں تحفہ درویش ہیں اس امید کے ساتھ کہ میزبان کو پسند آجائیں۔ لوگو، محرم آچکا ہے اور اپنے ساتھ حسین علیہ السلام کی خبر لایا ہے۔ اگر شہر میں کوئی بے خبر رہ گیا ہے تو اسے بھی آگاہ کر دیں۔ خبر پہنچانے میں اس کا حق ادا کریں اور نمک کا حق بھی ادا کریں۔ عزاداری کریں تاکہ سب جان لیں کہ فرزند رسول ص ہماری طرف آرہا ہے۔ وہ اپنی دیرینہ پدرانہ ذمہ داریاں نبھانے آرہا ہے تاکہ ہماری اصلاح کرے اور ہمیں نجات تک پہنچائے۔

حسین علیہ السلام وحدت کے داعی ہیں اور ان کی ''ھل من ناصر'' کی آواز ہر زمانے کے پاکیزہ افراد کیلئے مقناطیس جبکہ ان کی محفل اعلی انسانوں کا اکٹھ ہے۔ بوڑھا استعمار اور پلید صہیونی اور خبیث وہابی اور ایک لفظ میں یعنی شیاطین وہاں نہیں جا سکتے۔ اگر 60 ہجری قمری میں یزید اور ابن زیاد کی پروپیگنڈا مشینری نے کوفیوں کو شام کے خیالی لشکر سے خوفزدہ اور حسین علیہ السلام کو خط لکھنے والوں کو پچھتاوے کا شکار کر دیا تھا تو آج استعماری قوتوں کے پٹھو میڈیا نے عوام کو خوفزدہ کرنے کا قصد کیا ہے جس کی واضح مثال عرب اور عجم کا فتنہ ہے۔ اگر 60 ہجری قمری میں یزید کے استعماری نظام نے حسین علیہ السلام کی مختصر فوج سے خوفزدہ ہو کر تفرقہ انگیزی کا راستہ اختیار کیا تو آج صہیونی استعماری نظام بھی چہلم میں شامل کروڑوں کے لشکر سے خوفزدہ ہو کر ابھی سے تفرقہ انگیزی کا راستہ اختیار کر چکا ہے۔

اگر حسینی لشکر نے امریکہ کے یزیدی خیمے پر لرزہ طاری نہیں کیا تو وہ کیوں اس قدر ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور گھٹیا سے گھٹیا اقدام انجام دینے اور وحشیانہ ترین مجرمانہ حرکتیں کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اگر صہیونی طاقت کو شیعہ سنی اتحاد کی کاری ضرب نہیں لگی اور صہیونی اپنی سرحدوں پر مورچہ سنبھالے حسینی لشکر کے خوف سے کھڑکیاں بھی نہیں کھولتے تو اس قدر گھٹیا پن کا مظاہرہ کیوں کر رہے ہیں؟ اگر سعودی وہابیت صدام سے عاری عراق کو اپنے مستقبل کیلئے خطرہ تصور نہیں کرتی تو کیوں اس قدر پاگل ہو چکی ہے؟ اگرچہ ہماری بات حسین علیہ السلام کے بارے میں ہے اور ان کی محفل میں اغیار کی جگہ نہیں لیکن حسین علیہ السلام کے دشمنوں کو پہچانے بغیر انہیں مکمل طور پر پہچاننا ممکن نہیں۔ کیا حسین علیہ السلام کو ان کی شہادت کے بغیر دیکھنا ممکن ہے؟

کیا حسین علیہ السلام کو ان کے سرمدی حماسے سے ہٹ کر دیکھا جا سکتا ہے؟ اور کیا حسین علیہ السلام کیلئے گریہ کئے بغیر ان کے عشق کا مزہ چکھنا ممکن ہے؟ کیا ممکن ہے حسین علیہ السلام کو گود میں لیتے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گریہ کی وجہ دریافت نہ کی جائے؟ اور کیا خدا کے مہربان رسول ص کا جواب حسین علیہ السلام کی مظلومیت کے سوا کچھ تھا؟ کیا تاریخ نے کم مجرمانہ اقدامات اور ہولناک جرائم کا مشاہدہ کیا ہے جو عاشورا کا دن اس قدر اہمیت کا حامل ہو گیا ہے؟ کیا فرعون، خوارج اور داعش نے بھی بچوں کو ذبح نہیں کیا پس حسین علیہ السلام کے پسر صغیر علی اصغر کیلئے اتنے بے تاب کیوں ہوتے ہیں؟ ہم نے جو کہا کہ شاید خدا نے حسین علیہ السلام کی محبت کو بنی نوع انسان کی مٹی میں ملا دیا تھا یا ان کی مٹی کو حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے والے فرشتوں کے آنسوؤں میں گوندھا گیا تھا اس کا مقصد محبان حسین علیہ السلام کی عظمت اور پاکیزگی کو واضح کرنا اور ان کے دشمنوں کی خباثت اور گھٹیا پن کو ظاہر کرنا تھا۔

خدایا تیرا لاکھ لاکھ شکر کہ محرم کے مہینے کو خلق کیا اور اگر یہ مہینہ نہ ہوتا تو ہم کیا کرتے اور زندگی کیسے بسر کرتے؟ حسین علیہ السلام کے بغیر یہ دنیا بغیر دروازے کے زندان اور یاد حسین علیہ السلام کے بغیر انسان بغیر پروں کے پرندہ ہوتا۔ اگر حسین علیہ السلام ان کا راستہ اور ان کا مشن نہ ہوتا تو ہم انسان دنیا کے اس کنویں میں کیا کرتے؟ اور صحیح راستے کو غلط راستے سے جدا کیسے کرتے؟ اور ہم اہل زمین کس کے بارے میں بات کرتے؟ اور ہم گمراہان کس نور کی برکت سے راستہ پاتے؟ اور ہم حیران و سرگردان اس بے نشان راستے پر کیسے چلتے؟ اور اسلام کس سے سیکھتے؟ اور شجاعت اور شہامت اور شرافت اور شہادت کا معنی کیسے بیان کرتے؟ حق اور باطل کا فرق کس طرح سمجھتے؟

یمن، افغانستان، میانمار، عراق، شام، بحرین، نائیجیریا اور دنیا کے دیگر حصوں کے یتیم اور بھوکے بچوں کے آنسو کس داستان سے پاک کرتے؟ اور مظلومین کو تلوار پر خون کی فتح کی امید کیسے دلاتے؟ اور ظالم قوتوں کے ظلم کا کیسے مقابلہ کرتے؟ اپنے دکھ درد کس سے بانٹتے؟ اپنی مشکلات کیسے حل کرتے؟ اور ہم گنہگار افراد کس کے دروازے پر حاضری دیتے؟ اور موت کے وقت کس کا نام زبان پر لاتے؟ اور قبر کی پہلی رات نکیر اور منکر کے سوالات کا جواب کس کے سپرد کرتے؟ اور برزخ میں کسے پہچانتے؟ اور قیامت کے دن کس کی تلاش کرتے؟ اور جزا کے دن کس کی پناہ حاصل کرتے؟ اور دوزخ سے

بچنے کیلئے کہاں جاتے؟ اور جنت میں داخل ہوتے وقت کس سے ملاقات کی آرزو کرتے؟

ہماری جان سے عزیز حسین، ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور خداوند متعال کا شکر ادا کرتے ہیں کہ آپ کے آنے کو دیکھنا نصیب ہوا اور آپ کی دعوت ہمارے کانوں تک پہنچی اور ہم نے انتہائی شوق سے اس پر لبیک کہی۔ آپ کی "هَل مِن ناصِرٍ يَنصُرنِی" کی صدا درحقیقت آیت شریفہ "أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللهِ" (کیا اہل ایمان کیلئے وہ گھڑی نہیں آئی کہ ان کے قلوب خدا کی یاد اور نازل ہونے والی حقیقت سے نرم ہو جائیں؟؛ سورہ حدید/ آیت 16) کا عاشقانہ ترجمہ تھا۔ اپنے عاشقوں کے انتخاب کیلئے آپ بھی خداوند متعال کی طرح خاشع اور خاضع قلوب کی تلاش میں ہیں۔ ایسے افراد آپ کی صدائے ھل من ناصر سن سکتے ہیں جو خدا پر ایمان لائے اور اس کی یاد سے ان کے دل نرم پڑ جاتے ہیں اور وہ آپ کی نصرت کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تاکہ خدا بھی ان کی نصرت کرے کیونکہ آپ کی نصرت درحقیقت دین خدا کی نصرت ہے۔ اسی لئے خداوند متعال نے قرآن کریم میں فرمایا ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ" (اے ایمان والو، اگر تم خدا کی نصرت کروگے تو خدا بھی تمہاری مدد کرتے گا اور تمہیں ثابت قدم کردے گا؛ سورہ محمد/ آیت 7)۔

اے حسین علیہ السلام، آپ خدا کی وہ نشانی ہیں جس کے ذریعے خدا اپنے بندوں کے دل میں ایمان کا اضافہ کرتا ہے اور آپ کا روضہ مبارک مومنین کی جنت ہے اور آپ پر بہائے جانے والے آنسو گناہوں کی مغفرت کرنے والے، مشکلات حل کرنے والے اور دلوں کو نورانی کرنے والے ہیں۔ خداوند متعال فرماتا ہے

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَاناً

''بے شک اہل ایمان صرف ایسے افراد ہیں جن کے سامنے جب خدا کو یاد کیا جاتا ہے تو ان کے قلوب نرم ہو جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔'' (سورہ انفال/ آیت 2)

اسی طرح خداوند متعال فرماتا ہے

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللهِ أَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب

''وہ افراد جو ایمان لائے اور ذکر الٰہی سے ان کے دلوں کو سکون حاصل ہوتا ہے، خبردار کہ خدا کے ذکر سے ہی دلوں کو سکون حاصل ہوتا ہے۔''

(سورہ رعد/ آیت 28)

پیارے حسین، آپ کے بارے میں کیا کہیں کہ غم دل ہمیں مار رہا ہے اور آپ کے بارے میں جتنا بھی کہیں گویا کچھ بھی نہیں کہا۔ آپ ہمارے دل کا سکون ہیں، آپ قرآن کریم کے ترجمان ہیں اور اگر خدانخواستہ آپ نہ ہوتے تو ہم قرآن کا معنی کیسے سمجھتے اور جنت کے ترجمان کو کہاں سے ڈھونڈ کر لاتے؟ آپ کے بغیر جنت ویران کھنڈر ہے اور ہمیں ایسے کھنڈر کی طلب نہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے کہا کہ بتا سکوں کہ جس کے پاس آپ ہیں اس کے پاس سب کچھ ہے اور جو آپ سے دور ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ یہ صرف اس لئے کہا کہ آپ کے بارے میں کچھ کہہ دیا ہو۔ ہر دین اور مسلک سے تعلق رکھنے والے انسانوں کو آپ کے محرم سے اپنی زندگی حسینی کرنے اور آپ کے ذریعے شیطان سے دوری کرنے اور آپ کی عزاداری کے ذریعے اپنے قلوب پاکیزہ کرنے کا حق حاصل ہے۔

انسان فطری طور پر پاک ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔ خدا نے حسین علیہ السلام کا محرم اور اپنا رمضان درحقیقت قلوب کو پاکیزہ اور نورانی کرنے کیلئے پیدا کیا ہے۔ اگر خدا کی یہ دو عظیم نعمتیں نہ ہوتیں تو خدا ہی جانتا ہے شیطان اور نفس امارہ ہمارا کیا حشر کرتا اور اگر غم حسین علیہ السلام پر بہائے گئے آنسو جہنم کی آگ کو بجھا نہ دیتے تو خدا ہی جانتا ہے ہم پر کیا گزرتی۔ خدایا، ہم نے سنا کہ دعوت دینے والا ایمان کی طرف بلا رہا تھا کہ "اپنے پروردگار پر ایمان لاو"، پس ہم ایمان لے آئے۔ پروردگارا، ہمارے گناہوں کو معاف فرما، اور ہماری برائیاں دور فرما اور ہمیں موت کے وقت نیک افراد کے زمرے میں شامل فرما۔

رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِياً يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ؛

(سورہ آل عمران/ آیت 193)

تاریخی شہید امت کانفرنس، حالات، واقعات، اثرات

ارشاد حسین ناصر

ماہ جون پاکستان سمیت بہت سے ممالک میں شدید گرمی اور تپش کے حوالے سے پہچان رکھتا ہے، اس ماہ میں تو اپنے گھروں سے بامر مجبوری نکلنے والوں کو خصوصی ہدایات جاری کی جاتی ہیں کہ سر پہ کپڑا ڈھانپ کے نکلیں، پانی کی بوتل ساتھ ہو، ٹھنڈے مشروب استعمال کریں اور اس طرح کی بہت سی احتیاطی تدابیر کا کہا جاتا ہے مگر اس برس ماہ جون کے عین درمیان یعنی گذشتہ روز 13 جون کو پاکستان کے دل لاہور شہر میں تاریخی جلسہ گاہ مینار پاکستان میں عوام و خواص کا تاریخ ساز اجتماع بعنوان شہید امت کانفرنس منعقد کرنے کا وقت آیا تو بہت سے خدشات تھے کہ اس شدید گرمی اور لو و تپش کے دنوں میں عوام نکلیں گے یا نہیں، عوام سے مراد یقینی طور پہ فقط جوان نہیں، بچے، بوڑھے، بزرگ، خواتین بھی شامل ہیں عوام میں پھر خواص بھی شامل ہیں جن میں عمائدین ملت، علماء کرام، سماجی رہنما، تنظیموں، جماعتوں، گروہوں، انجمنوں سے وابستہ ذمہ داران الغرض ہر ایک فرد قوم اور شہید امت امام خامنہ ای سے محبت و عقیدت رکھنے والے باغیرت، باحمیت، دردمندوں پہ نظریں جمی ہوئی تھیں، شہید امت کانفرنس میں چونکہ پورے پاکستان کو دعوت دی گئی تھی، ہر ایک جماعت و قوم کے نمائندہ کیلئے شرکت اور اظہار عقیدت کا موقعہ تھا، شیعہ و سنی سب ہی شریک ہو سکتے تھے لہذا مختلف اطراف مملکت سے خبریں آنا اور سوشل میڈیا کے دور میں لوگوں کے عزم و حوصلوں اور تیاریوں کی بابت اطلاعات سامنے آنے سے یہ اندازہ لگایا جارہا تھا کہ موسم کی سختیاں، راستوں کی مشکلات، رکاوٹیں سد راہ نہیں بن پائیں گے اور عوام کا سمندر ایک بار پھر ملت تشیع، اس کی قیادتوں اور قومی و ملی پلیٹ فارمز کے ذمہ داروں کو سرخرو کریں گے۔ پرخلوص جدوجہد رنگ لائے گی اور کھویا ہوا ملی وقار، عزم و حوصلہ، نیز تشیع پاکستان کی طاقت و قوت کا بھرپور اظہار ہو پائے گا۔

کانفرنس سے چار دن قبل جب انتظامی کمیٹیوں، سربراہی کمیٹی کے اراکین مع امامیہ اسکاؤٹس، المصطفیٰ اسکاؤٹس، وحدت یوتھ کے جوانوں کے ہمراہ مینار پاکستان پہنچے تھے تو موقع پہ موجود انتظامیہ و پولیس نے استقبالیہ کیمپ لگانے کی اجازت نہیں دی، ظاہرا اس وقت تک باقاعدہ اجازت کا نوٹیفیکیشن جاری نہیں ہوا تھا، اس عارضی رکاوٹ کی خبریں نشر ہونے کے بعد ملک بھر میں موجود عاشقان رہبر شہید میں تشویش پیدا ہوگئی دو دن تک یہی سلسلہ چلتا رہا، کارکنان جم کے، ڈٹ کے رہے اور ان کے قدم نہیں ڈگمگائے، حوصلے پست نہیں ہوئے، سختیاں، رکاوٹیں جذبوں کو ماند نہیں کرسکیں، پھر مزاکرات کیلئے قائدین کے پاس صوبائی وزرا و انتظامیہ پہنچی، متبادل تاریخ، متبادل جگہوں کی بات سامنے آئی جس کے بارے واضح کر دیا گیا کہ تاریخ اور مقام یہی رہیں گے، بہر حال عروۃ الوثقیٰ میں آنے والے سرکاری وفد کے ساتھ ابتدائی بات چیت میں کچھ امور طے پا گئے اگلے روز ایک اور میٹنگ تھی جس کے بعد انتظامیہ نے باقاعدہ این او سی جاری کیا جس میں کچھ شرائط بھی رکھی گئیں تھیں، جن پہ قائدین نے عمل درآمد کی یقین دہانی کروائی۔

اس ماحول و موسم میں یہ کانفرنس منعقد ہونے جارہی تھی، ملک بھر سے کاروان نکل پڑے تھے، بہت سے دیگر ممالک بشمول ایران سے بھی لوگ ذاتی طور پہ کانفرنس میں شرکت کیلئے تشریف لائے۔ ملک بھر سے چلنے والے قافلوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ مینار پاکستان کا تاریخی پنڈال جس نے قیام پاکستان کی جدوجہد سے لے کر استحکام پاکستان کی جدوجہد کرنے والوں کے بہت سے مناظر دیکھے ہیں اس روز ایک نئی تاریخ اور نیا منظر ثبت کرنے جارہا

تھا، پروردگار نے اس کانفرنس کیلئے جدوجہد کرنے والوں کے خلوص اور شہید امت امام خامنہ ای کے عاشقان کی محبت وعقیدت کو اپنے خاص لطف وعنایت سے نوازتے ہوئے شدید ترین موسم کو دو دن پہلے آندھی اور بارش سے باد بہاراں میں تبدیل کر دیا، اگرچہ ایک شب قبل ہونے والے انتظامات میں شدید آندھی اور طوفانی ہواؤں نے وقتی طور پہ متاثر بھی کیا مگر جذبے سلامت اور عزم پختہ کے سامنے اس طوفان و آندھی کیساتھ صورتحال اور ماحول مزید بہتر ہو گیا۔

یاد رہے کہ یکم مئی 2026ء کی شام کو پریس کانفرنس لاہور میں مجلس وحدت مسلمین کے چیئرمین سینیٹر علامہ راجہ ناصر عباس جعفری، مرکزی صدر امامیہ اسٹوڈنٹس برادر امین شیرازی، بیداری امت مصطفی کے مولانا توقیر، مولانا ناصر، سابق چیئرمین امامیہ آرگنائزیشن برادر بزرگ لعل مہدی سمیت بیسیوں علماء وعمائدین کی موجودگی میں شہید امت کانفرنس کا باقاعدہ اعلان و پروگرام نشر کیا گیا تھا، مینار پاکستان پہ اجتماع کیلئے یہ وقت بہت محدود سمجھا جارہا تھا جبکہ جس موسم میں کانفرنس رکھی گئی تھی اس حوالے سے بھی خدشات کا ایک لامتناہی سلسلہ جذبوں کو ماند اور حوصلوں کو پست کرنے کیلئے بیان ہوتا تھا۔ اس پریس کانفرنس کیلئے دراصل کچھ انتظار دوسرے شیعہ پلیٹ فارم جس کے نام پہ اس سے قبل مینار پاکستان کے اجتماعات منعقد ہو چکے تھے کو بھی ساتھ ملانے کی کوشش کی جارہی تھی، کوشش تھی کہ شہید امت امام خامنہ ای کی شہادت کے بعد کم از کم کچھ حوالوں سے ملی وحدت واتحاد کا پیغام جانا چاہیے جس کیلئے بھرپور کوششیں کی گئیں مگر بے سود رہا مینار پاکستان کے سائے تلے اگر شہید امت کے نام پہ، ان کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے ملت کا بڑا طبقہ اپنے جماعتی و شخصی مفادات وترجیحات کو پس پشت ڈال کے متحد ومشترک پیغام دینے جارہے تھے تو اس میں کسی کو بھی قدم پیچھے نہیں ہٹانے چاہیے تھے بلکہ اس پہ شاباش دیتے ہوئے بزرگی وبڑاپن کا اظہار کرنا ہی قرین عقل وخرد تھا اور ملت کا مفاد وفائدہ بھی یقیناً اسی میں تھا مگر یہ موقع گنوا دیا گیا، وہ وحدت آفرینی اور ملی قوت کا اظہار جس کی ملت کو امید، وخواہش تھی کو رد کر دیا گیا، ذاتی پرخاش، ذاتی شخصی کردار و مفاد اجتماعی کردار ومفاد پہ غالب رکھا گیا، جس کا نقصان شاید اس کانفرنس کے منتظمین جن میں چار پلیٹ فارمز شامل ہیں کو فرق نہیں پڑے گا بلکہ اس سے عمومی تاثر یہی گیا کہ اگر فلاں وفلاں اپنے شخصی رجحان کو ترجیحات کو پس پشت ڈال کے ایک پلیٹ فارم، ایک چھتری تلے جمع ہو سکتے ہیں اور قربانی دے سکتے ہیں تو فلاں کیوں نہیں۔

محرم الحرام سے چند دن قبل یہ منظر اگر سامنے آجاتا تو تو دشمن کیساتھ اپنوں میں چھپے ولایت دشمن، نظریاتی جدوجہد کے مخالف، جمہوری اسلامی سے خواہ مخواہ مخالفت کا راگ الاپنے والے ہمارے سٹیج پہ قابض طبقہ کو بھی کسی حد تک کمزور کیا جاسکتا تھا۔

یہ بات ریکارڈ پہ موجود ہے کہ اس پروگرام کیلئے جامعہ المنتظر میں شہید رہبر کے چہلم کی نسبت سے ہونے والے وفاق علما کے جلسے کی نشست میں علامہ راجہ ناصر عباس جعفری، علامہ سید جواد نقوی نے قائد تحریک علامہ سید ساجد علی نقوی کو اپنی تقاریر میں بھی دعوت وتجویز کیا تھا کہ مینار پاکستان پہ شہید رہبر معظم کی یاد میں ان کے نام پہ بھرپور قسم کا پروگرام وقت کا تقاضا ہے، اسی دن رات کو تمام اسٹیک ہولڈرز وقائدین جامعہ عروۃ الوثقیٰ میں ابتدائی اجلاس ہوا تھا جس میں مشترک طور پہ 13 جون کی تاریخ کی تجویز پہ اتفاق ہوا تھا، اگلے دن ایک اور اجلاس ہوا جس میں شیعہ علماء کونسل کی نمائندگی بھی تھی، اس بارے بعد ازاں مزید روابط کرنے اور قائد تحریک کو آن بورڈ لینے کی بابت تحریک کے مسئولین کو ذمہ داری دی گئی تھی کہ وہ رابطے کر کے اپنی قیادت سے وقت لے کر بتادیں اور ایک مشترک پریس کانفرنس میں اس کا اعلان کیا جائے۔

اس دوران شیعہ علماء کونسل کے مرکزی جنرل سیکرٹری اور پنجاب کے قائدین کی جانب سے ایک ویڈیو پیغام بھی جاری ہوا تھا جس میں 13 جون کو ہونے والے اجتماع کی بابت خبر دی گئی تھی۔

سوشل و ڈیجیٹل میڈیا کے اس دور میں کانفرنس کے حوالے سے بہت سے تبصرے، بہت سے دیکھے، ان دیکھے، سنے سنائے، تصویری، ویڈیوز اور نشر

ہونے والی رپورٹس کی بنیاد پہ ہر ایک اپنی آراء وتبصرے کر رہا ہے، یہ ایک سوشل رجحان ہے جسے کسی بھی طرح روکنا ممکن نہیں نا ہی آزاد جمہوری معاشروں میں یہ مناسب ہوتا ہے، حقیقت ہے کہ ہم بطور پاکستانی قوم نا جانے کتنی ٹکڑیوں میں تقسیم ہیں، یہ تقسیم علاقوں کی بنیاد پہ ہے، قوموں کی بنیاد پہ بھی ہے، فرقوں کی بنیاد پہ الگ ہے، فرقوں کی بنیاد پہ تقسیم سب سے زیادہ خطرناک ہے جس میں دہشت گردی، قتل و غارت، تکفیر نے ہزاروں خاندانوں کو اجاڑ کے رکھ دیا ہے، اس تقسیم شدہ ٹکڑیوں کا حصہ ہونے کی وجہ سے اور کچھ ہونا ہو ہم خود کو اس ٹکڑی کے مفادات کو پیش نظر رکھ کے رائے زنی کرنا خود پہ فرض کر لیتے ہیں، اسی طرح بطور شیعہ ہم ان گنت اپنے اپنے طبقات بنا چکے ہیں، اپنی اپنی ٹکڑی یہاں بھی ہے ذاکرین، علماء، علماء کی ٹکڑیاں، تنظیمیں، جماعتیں، انجمنیں، ٹرسٹ، سادات، غیر سادات، انقلابی، نظریاتی، ولائی، غیر ولائی، اس تقسیم کے اثرت سے بھی ملت کو جو نقصان ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ حالانکہ بطور مکتب کربلا کے پیرو ہونے کے ہم سب کو کربلائی وحسینی دائرے میں ہونا چاہیے اور اسی بنیاد پہ باہمی ارتباط، تعلقات، ایک دوسرے سے تعاون اور کاموں کی تقسیم ہونی چاہیے جبکہ ایسا نہیں ہوتا، ہم حسینی نہیں بنتے، نا دائرہ حسینیت میں لوگوں کو داخل نہیں کرتے ہیں بلکہ لوگوں کو نکالتے ہیں، جو جیسے بھی دل میں آتا ہے نام حسینؑ پہ کر رہا ہے اور یہی سمجھ رہا ہے کہ وہ مقصد حسینؑ پہ عمل پیرا ہے۔

رہبر معظم امام خامنہ ای کی شہادت کے بعد ایک بڑی تبدیلی جو معاشرتی طور پہ سامنے آئی وہ ایک بار پھر بلا مکتب و مسلک، مذہب عام لوگوں کا یہ پیغام اختیار کرنا کہ وہ حسینی ہیں، یزیدی نہیں اور یزید وقت کی پہچان و معرفت کہ امریکہ اس دور کا یزید ہے جس کے سامنے امام خامنہ ای نے ایسے ہی جھکنے سے انکار کیا ہے جیسے اکسٹھ ہجری میں فرزند علی و بتولؑ امام حسینؑ نے بیعت کیلئے ہاتھ دینے سے گردن کٹوانا قبول کیا، امام خامنہ ای نے امام راحل کی سیرت و کردار کو زندہ رکھا اور اس راستے سے ذرا بھی انحراف نہیں کیا اسی وجہ سے ان کے بارے یہی کہا جاتا تھا کہ خامنہ ای، خمینی دیگر است، پاکستانی ملت نے مینار پاکستان کے سائے تلے عرصہ چودہ سال بعد اگر شہید امت کانفرنس کا انعقاد کیا ہے تو یہ کانفرنس بلاشبہ اپنی توقعات کے عین مطابق تھی، لوگوں کی شرکت کے حوالے سے، علماء کی بڑی تعداد کے حوالے سے، انتظامات کے حوالے سے، شخصیات کی شرکت کے حوالے سے، خواتین کی بہت بڑی تعداد میں شرکت بھی پہلی بار دیکھی گئی، لوگوں میں دیکھا گیا جذبہ بھی قابل دیدنی تھا، ایسے وقت میں جب ملت تشیع پاکستان تازہ تازہ جی بی الیکشن میں باہم مخالفت کے غیر ضروری مناظر سوشل میڈیا پہ دیکھ چکی تھی اور تبصرے سن چکی تھی ایسے میں اس کانفرنس کیلئے لوگوں کا اظہار اعتماد اور لاکھوں کی تعداد میں جمع ہونا بلاشبہ اس بات کا بین ثبوت تھا کہ قوم اب بھی علماء کی قیادت و رہبری میں اپنے مسائل و مشکلات نیز مذہبی و دینی امور میں رکاوٹوں کے خلاف انہی کی طرف دیکھتی ہے، اس کانفرنس میں بہت سی خوبیوں اور مقاصد کے حصول مین آگے بڑھنے کیساتھ ساتھ کچھ کمزوریاں اور خامیاں بھی تھیں جن کو سامنے لانا بھی ضروری ہے اس نیت اور مقصد کے تحت کہ اتحاد امت فورم کے پلیٹ فارم سے آگے بڑھتے یہ قدم مزید بہتری اور اعتماد کیساتھ اٹھنے چاہیے۔

کانفرنس میں خواتین کی نمائندگی بہت بڑی تعداد میں تھی مگر بدقسمتی سے کسی بھی خاتون کو تقریر کیلئے موقع نہیں دیا، ممکن ہے ایسا وقت کی کمی کے باعث کیا گیا ہو مگر ایسا بھی نہیں کہ ایک خاتون کو بلا کے اس سے چند منٹ کی نمائندہ گفتگو نا کروائی جا سکے۔

کانفرنس میں ملت کا بہت بڑی طبقہ جو ذاکرین سے وابستہ ہے اور خود ذاکرین بھی ایک بہت بہت بڑا طبقہ ہیں جو ملت کی بہت بڑے طبقہ کی نمائندگی کرتے ہیں کی نمائندگی کیلئے کسی مناسب ذاکر اہلبیت کو موقع دینا چاہیے تھا، علی عباس علوی کی نسبت اور بھی بڑے نام ہیں جو انگلینڈ کی مجلس میں نہیں جا پاتے۔ ایسے ہی ملک کے موثر ترین افراد میں دیکھا جائے تو بانیان مجالس وٹرسٹیز کی نمائندگی نا ہو سکی، لاہور کے مرکزی جلوسوں کے بانیان میں سے کسی کو بھی نمائشی طور پہ بھی وقت دیا جا سکتا تھا۔

یاد رہے یہ سب کام مجلس وحدت مسلمین کے تحت ہونے والے قرآن و

اہلبیت کانفرنس میں ہوئے تھے، بلکہ ذاکرین کی بڑی تعداد اور بانیان تشریف لائے تھے۔شاعر حضرات ونعت خوانوں کی نمائندگی کیلئے ایک ہی بچہ تھا جس نے ترانہ بھی پڑھا اور نعت شریف بھی، جب کہ الگ الگ بھی ہو سکتے تھے۔ایک بات جس کا تذکرہ کیا جانا بھی ضروری ہے کہ اس کانفرنس کی ایک نشست کو باقاعدہ طور پہ استقبال محرم کی وجہ سے مخصوص کیا گیا تھا جو اس رات کہیں نہیں ہوا، توقع تھی کہ آخر میں کچھ نوحہ خوانی ہوگی مگر ایسا نہیں ہوا۔

بہت سی مشکلات شاید انتظامیہ کیساتھ میٹنگ میں طے کردہ معاملات جن سے بہت سے دیگر لاعلم تھے اس کی وجہ سے بھی لگ رہی تھیں، اس روز ٹیلی فون نیٹ ورک کا بند ہونا بہت سے لوگوں کیلئے مشکلات کا باعث بنا، اسی طرح مینار پاکستان جانے والے ہر راستے کو کنٹینر لگا کے دو دو میل سے بند کیا گیا تھا دور دراز اور نزدیکی ایریاز سے اپنی ذاتی سواری پہ آنے والوں کو کم سن بچوں اور خواتین کیساتھ دو دو تین تین کلومیٹر پیدل چلنا پڑا، اب جو بندہ اس گرم موسم میں دو کلومیٹر کا پیدل سفر کر کے پہنچے گا اسے جلسہ میں کی جانے والی تقاریر سے کیا پیغام ملے گا مشکل ہی سے وہ توجہ دے سکے۔ایسے ہی جلسہ گاہ میں بیٹھے لوگوں کیلئے پانی کا انتظام فقط سبیل پہ تھا جب کہ اس کیلئے مکمل مربوط نظام بنایا جانا چاہیے تھا، اسی طرح کی چھوٹی چھوٹی مشکلات سامنے تھیں جن کا کوئی حل نہیں تھا، میڈیا کو انٹرٹین کرنے اور گائیڈ لائن دینے یا اٹینڈ کرنے کیلئے شاید افراد نہیں تھے اگر تھے تو نیٹ ورک کی بندش کی وجہ سے انہی سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا، مینار پاکستان پہ ہونے والے پروگراموں کیلئے عمومی طور پہ راستوں کی بندش، کھلے راستوں پارکنگ کی گائیڈ لائن چند دن پہلے باقاعدہ نقشوں سے جاری کی جاتی ہے جب کہ یہاں کسی کے پاس معلومات نہیں تھیں بہت سی جگھوں پہ گاڑیوں کو روکے جانے کی شکایات بھی موصول ہوئیں مگر حل ندارد۔

کچھ دوستوں نے مجھ سے گذشتہ چار کانفرنسز اور اس کانفرنس کا تقابلی جائزہ بھی پوچھا، کئی سوالات جیسے تعداد کے لحاظ سے یا تقاریر کے لحاظ سے، پیغام کے لحاظ سے تو عرض کیا کہ مینار پاکستان پہ اس سے پہلے چار پروگرام ہوئے ہیں ان میں سب سے زیادہ تعداد اسی کانفرنس میں شریک تھی، اس کانفرنس میں علماء کی تعداد بھی پہلی تمام کانفرنسز سے زیادہ تھی، خواتین بھی اسی کانفرنس میں سب سے زیادہ تھیں، البتہ قائد شہید کے دور میں 6 جولائی 1987ء کو ہونے والی قرآن سنت کانفرنس اس لحاظ سے تاریخی تھی کہ اس میں شہید قائد نے واضح سیاسی حکمت عملی، منشور اور سیاسی میدان میں وارد ہونے کا اعلان کیا تھا، وہ پہلا قطرہ تھا، اس وقت شیعہ قوم کو امام بارگاہوں سے کسی معروف جلسہ گاہ تک لانا واقعی ایک مشکل بلکہ ناممکن کو ممکن بنانے کی کوشش تھی، جس میں قائد شہید علامہ عارف حسین الحسینی کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

شہید امت کانفرنس اور امامیہ برادران

پاکستان میں ملت تشیع پاکستان کی کسی بھی دور کی اجتماعی جدوجہد ہو، کوئی بھی ملکی، عالمی ایشو ہو تو امامیہ طلبا ہی اس پہ اولین صفوں میں نظر آتے ہیں، اجتماعی قوت کا اظہار ہو، ملی طاقت وحدت کا پرچار ہو یہی امامیہ طلباء ہیں جو سرخیل بن کے سامنے آتے ہیں حالیہ دنوں میں ہی دیکھیں رہبر معظم امام خامنہ ای کی شہادت کے بعد سے مسلسل امامیہ طلباء کی یہ شعوری کوشش رہی ہے کہ ملت کے مختلف طبقات، گروہ، جماعتیں شخصیات اپنی اپنی سطح پہ تظاہرات، کانفرنسز، سیمینارز، احتجاج کریں مگر اس شہادت دینے والے کے کردار و عمل کو اپنا کر وحدت ملی کا ثبوت دیں اور اپنی توانائیوں کو مجتمع کریں تاکہ دشمن کو بھی کاری ضرب لگائی جا سکے، ملک بھر میں امامیہ برادران نے رہبر معظم شہید کے حوالے سے ان گنت پروگرام کیے مختلف نوعیت کے سلسلے تھے جو پاکستان کے گوش و کنار تک پھیلے ہوئے تھے، ایسے میں مختلف اداروں، جماعتوں کی طرف سے ہونے والے پروگراموں میں بھی بھرپور شرکت کی گئی اور ممکنہ تعاون فراہم کیا گیا اسی سلسلے کی کڑی جب ایک تجویز مشترک طور پہ سامنے آئی کہ مینار پاکستان گراؤنڈ میں ایک عظیم الشان پروگرام رہبر معظم کے حوالے سے اہل پاکستان کی طرف سے منعقد کیا جائے جس میں وحدت ملی کا بھرپور مظاہرہ بھی ہو تو امامیہ طلباء اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے اپنا بنیادی کردار ادا کرنے پہ آمادہ و

تیار دکھائی دیے، ابتدائی طور پہ یہ سلسلہ اسلام آباد میں برادران امامیہ کی تجویز سے ہی شروع ہوا تھا، ابتدائی ملاقاتیں اسلام آباد میں کی گئی تھیں، پھر جب جامعۃ المنتظر میں پروگرام کے دن ایک اجلاس عروۃ الوثقی' میں ہوئی تھی، پہلی میٹنگ سے لے کر پروگرام کے اختتام اور بعدازان باہمی میل ملاقاتوں تک شہیدامت کانفرنس مینار پاکستان کیلئے شب وروز کام جاری رہا، بلکہ ابتدائی سفر اور اجلاس بھی مرکزی دفتر المصطفیٰ ہاؤس میں منعقد ہوئے جہاں باقاعدہ اتحاد امت فورم کا ورکنگ دفتر بھی قائم کیا گیا، بعدازاں کام بڑھنے پہ ایک اور جگہ" در حسینؑ" پہ اتحاد امت فورم کا دفتر منتقل کیا گیا، جبکہ المصطفیٰ ہاؤس کا دفتر اپنی ورکنگ جاری رکھے رہا۔

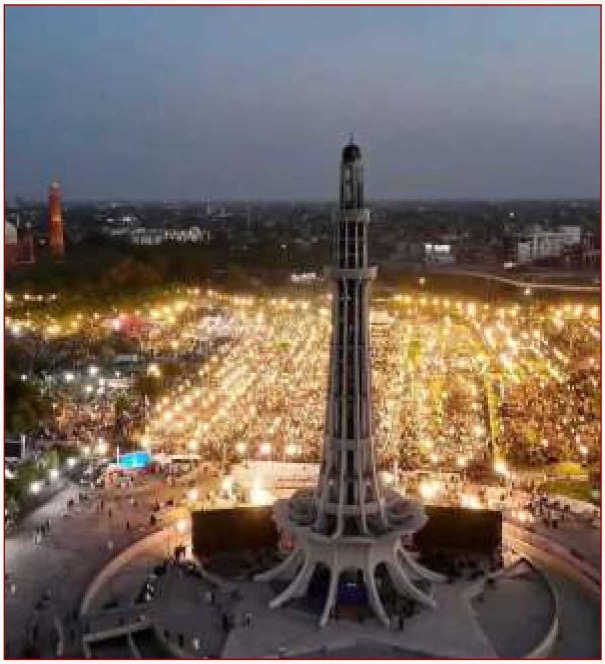

یکم مئی کو پریس کلب لاہور میں اس کانفرنس کے باقاعدہ اعلان جو چاروں تنظیموں کے ذمہ داران بشمول سینیٹر علامہ راجہ ناصر عباس جعفری، مرکزی صدر برادر سید امین شیرازی شریک ہوئے۔اس کے بعد مرکزی کمیٹی نے مختلف شعبہ جاتی کمیٹیاں قائم کیں تو ان کمیٹیوں میں بھی امامیہ برادران نے بھرپور شرکت کی، تیس کے لگ بھگ کمیٹیاں قائم کی گئیں جن کا ایک اجلاس قومی مرکز شادمان میں منعقد ہوا، اس وقت تک قبلہ مبارک موسوی صاحب و برادر اطہر عمران کوارڈینیٹر و کنوینئر کانفرنس کے طور پہ فعالیت دکھارہے تھے بعدازاں علامہ ناصر عباس جعفری، علامہ سید جواد نقوی کی تجویز پہ رکن مرکزی نظارت علامہ امین شہیدی کو کانفرنس کا مرکزی کنوینئر مقرر کر دیا گیا جن کیساتھ مسلسل تعاون جاری رہا، ان کے ساتھ مولانا احمد اقبال رضوی، مولانا مبارک علی موسوی، برادر اطہر عمران و دیگر مرکزی کمیٹی اراکین موجود تھے۔

امامیہ طلبا نے ملک کے مختلف علاقوں میں اپنے بھاری وفود جن میں مرکزی صدر، کابینہ، سینئرز برادران و علماء بھیج کے لوگوں کو کانفرنس کیلئے آمادہ کرنے اور شرکت کو یقینی بنانے کیلئے فعالیت جاری رکھی، امامیہ طلباء کا اپنا سرکل یعنی یونیورسٹیز، کالجز کے باشعور طالبعلموں تک کانفرنس کی تیاریوں اور بھرپور شرکت یقینی بنانے کیلئے بھی خصوصی مہم جاری رہی یہی وجہ سے کہ طالبعلم بہت بھی بہت بڑی تعداد میں شریک ہوئے، کانفرنس والے دن جہاں امامیہ اسکاؤٹس اپنی سیکیورٹی وانتظامی ذمہ داریوں کو مستعدی سے سرانجام دے رہے تھے وہیں اسٹالز میں ایک محبین کا خصوصی کیمپ قایم کیا گی اتھا جہاں محبین کیلئے ڈرائنگ، کوئیز، پینٹنگ، تیر اندازی جیسی سرگرمیاں رکھی گئی تھیں۔اسیطرح کانفرنس میں شریک طلباء کیلئے تعلیمی وظائف، سی ایس ایس، سی اے، لاء جیسے شعبوں میں داخلہ و رہنمائی کا اہتمام موجود تھا، طالبات کی طرف سے کچھ سرگرمیاں جن میں رہبر معظم کی شخصیت بارے کچھ عملی پریزنٹیشن کا انتظام بھی تھا جنرلی طور پہ تنظیم کا اسٹال بھی تھا، جبکہ امامیہ میڈیا ہاؤس کی مکمل ٹیم فعالیت سے پروگرام کو کور کرتے ہوئے تمام سوشل میڈیا نیٹ ورکس اور پیجز پہ لائیو دکھانے نیز کلپنگ جاری کرنے میں مگن تھا۔

مجموعی طور پہ کانفرنس میں ہونے والے خطابات میں بھی مرکزی صدر کا خطاب بہترین تھا جسے عام وخاص نے سراہا۔

اِک جنازہ اٹھا مقتل سے عجب شان کیساتھ

شہید رہبر معظم کے جنازے کا احوال

آئی، ایچ، این

اک جنازہ اٹھا مقتل سے عجب شان کے ساتھ
جیسے سج کر کسی فاتح کی سواری نکلے

چالیس روزہ جنگ میں جمہوری اسلامی ایران اور اس کی رہبریت پہ کون سی آفت اور قیامت ہے جو نہیں آئی، ذرا غور کریں، وقت سے منظر کشی کریں، یہ تو ہمارے زمانے کی بات ہے بلکہ آج کی بات ہے جب سب کچھ کھلے عام دیکھا سنا جا سکتا ہے، ہر مصیبت، ہر آفت، ہر قیامت کے منظر کو لائیو دیکھا جا سکتا ہے کروڑوں لوگ دیکھ بھی رہے تھے، تبصرے بھی کر رہے تھے، بہت سے ماہر بن کے مشورے بھی دے رہے تھے، ایسا کیوں نہیں کرر ہے؟ ایسا کرنا چاہیے، امریکہ اب ایسا کرے گا، اسرائیل کا یہ منصوبہ ہے، ایران کو یہ کرنا چاہیے، بہت سے ایسا کہہ رہے تھے کہ کہ امریکہ جیسی سپر طاقت اور اسرائیل جیسی جدید ترین ٹیکنالوجی کا حامل غیر قانونی بدمعاش ملک ایران جس نے سینتالیس سال سے عوام کے حقوق دبا رکھے ہیں، ملاں ازم اور سخت گیری کی وجہ سے جہاں ترقی کا پہیہ جام ہے، جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے پابندیوں کا شکار رہ کے جس کی فورسز جدید ٹیکنالوجی سے میلوں دور ہیں ممکن نہیں کہ امریکہ و اسرائیل کا مقابلہ کر سکیں اور ویسے بھی عوام کا احتجاج جس شدت سے جاری ہے اس نظام کو دنوں میں تہس نہس کر دے گا۔

یہ تبصرے اور تجزیے بھی تھے، پھر رہبریت کے دشمنوں نے رہبر معظم شہید امت کے حوالے سے ایسی بے سروپا بی بی سی، سی این این اور مغربی و اسرائیلی میڈیا کے پراپیگنڈا مراکز کی جھوٹی رپورٹس کے سہارے عام و خاص کے ذہنوں کو پراگندہ کر رہے تھے، سال گذشتہ بارہ روزہ جنگ اور اب چالیس روزہ جنگ، جس کی ابتدا ہی ایک ایسے واقعہ اور سانحہ سے ہوئی جس نے دنیا بھر کو ہلا کے رکھ دیا، ایرانیوں کے بارے بھی یہی خیال تھا کہ وہ بھی جاری جھوٹے پراپیگنڈا کا شکار ہو جائیں گے اور یوں بدمعاش ریاست اور اس کے سارے سرپرست اپنے سارے پتے کھیلتے ہوئے نظام اسلامی کو اکھاڑ پھینکیں گے، رہبر معظم کی استقامت، شجاعت، جرات، جوانمردی، ڈٹ جانا، شہادت کو گلے لگانا، ذلت قبول نا کرنا، عزت کا راستہ کا انتخاب کرنا صرف اہل ایران کو ایک اور انقلاب لانے کا سبب بنا بلکہ دنیا بھر میں آزادی خواہوں، استعمار و طاغوت کا انکار کرنے والوں حریت و آزادی کے گیت گانے والوں کو بیدار کرنے اور جگانے کا باعث بن گیا، یہ ایک ایسا خون تھا جس کے بارے بہت غلط اندازے لگائے گئے تھے یہ خون ایسے انقلاب کا ذریعہ بنا کہ امریکہ کی سات نسلیں بھی اب اس کے اثرات محسوس کرتی رہینگی۔

آپ دیکھیں کہ اہل پاکستان نے اس کا کتنا اثر لیا، پینتیس تک جوان لوگ شہادت سے ہمکنار ہوئے، بیسیوں زخمی تھے، امریکہ اور اس کے حواریوں کو ملک میں کھلی بھاگ دوڑ اور حرکت کرنے سے روک دیا گیا، سفارتی عملے محدود ہو گئے کہ کچھ بھی ہو سکتا ہے، ہزاروں اجتماعات منعقد ہوئے، پہلی بار اہل پاکستان نے اتنی بڑی رقوم، سونا، قیمتی اشیاء جنگ زدہ اپنے ایرانی بھائیوں کی مدد کیلئے جمع کیے اور ایرانی سفارتی مشنوں کو پیش کیے، دنیا بھر میں بھی اپنے اپنے روابط، تعلقات اور وابستگیوں کے حساب سے یہی صورتحال رہی، اس کا اندازہ آج جب رہبر معظم شہید امت کا جنازہ، میت رکھی گئی ہے تو دنیا بھر کے اعلیٰ حکومتی وفود، علماء، جہادی و سماجی رہنما یا، سیاسی شخصیات، پارلیمانی

وفود حتی سعودی وفد، افغان طالبان کے وفد کیساتھ طالبان کی اپوزیشن جو ترکیہ میں موجود ہے بھی وفد کی شکل میں پہنچے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ایران نا فقط چالیس روزہ جنگ جیتا ہے بلکہ ایران کو دوسرے ممالک سے توڑنے، اس کے خلاف جعلی ممالک واتحاد بنانے کی خواہش رکھنے والے بری طرح ناکام ہوئے ہیں، سفارت کاری کے میدان سے مذاکراتی باریکیوں کو جس طرح ایرانی قیادت نے سلجھایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

یہاں آپ ذرا اکسٹھ ہجری روز عاشور کا منظر آنکھوں کے سامنے لائیں کہ کسی بھی حسینی کیلئے یہ کچھ مشکل نہیں ماؤں کی گود سے یہ منظر ہم سب کی آنکھوں میں سجا ہوتا ہے اسلئے کہ ہماری ماؤں کی گودوں سے عظیم درسگاہ مجالس و عزا کے محافل کا حصہ ہوتے ہیں، کربلا میں قافلہ سالار فرزند زہرا، نبیؐ کی گود کا پالا ہوا، امام حسینؑ کیسے صبح عاشور سے عصر عاشور تک اپنے جانبازوں، اپنے یاوں، اپنے دلاروں، اپنے زور بازو، اپنے کمر کی طاقت، اپنی آنکھوں کے نور، اپنے بھائی کی نشانی، اپنی بہن کے فرزندوں، اپنے شیر خوار، اپنے بچپن کے دوست کیسے کیسے شیر تھے جن کی لاشوں کو مقتل میں جمع کر چکنے کے بعد میدان کارزار میں اپنی حیدری وراثت دکھاتے ہوئے، شجاعت بہادری، للکارتے، دشمن پہ پے در پے حملے کرنے اور بیبیوں کو جہنم کی جانب دھکیلتے امام عالی مقام امام حسینؑ نے شہادت کو گلے لگایا، یزید ابن معاویہ اور اس کی پوری ٹیم کی کوشش تھی کہ فرزند نبی مرسلؐ کو جھکائے، انہیں ذلت پہ مجبور کرے، ان سے بیعت لے کر اپنی ناجائز حکومت پہ مہر تصدیق ثبت کروائے مگر امام حسینؑ ناناؐ کے پشت کا سوار بھلا یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا، جو باب حکمت و باب العلم کا وارث تھا اس سے بعید تھا، امام نے سر دے دیا بیعت کیلئے ہاتھ نہیں دیا۔ تاریخ چودہ صدیاں گذر جانے کے بعد بھی ایسی کوئی مثال سامنے لانے سے قاصر ہے۔ ہاں امام حسینؑ کا نسلی و اصلی فرزند، سید خراسان، خادم مشہد الرضا امام مستضعفین جہاں آیت اللہ العظمیٰ سید علی الحسینی خامنہ ای نے اپنے جد کی سیرت کو چودہ صدیاں بعد دکھا دیا، اس اسوہ کو اختیار کیا جو تاریخ کے اوراق میں ثبت ہے جس کا ذکر ہمارے گھروں ہماری بارگاہوں ہماری خوشیوں، ہمارے غموں کے ایام میں صبح و مساء ہوتا ہے، کربلا کے واقعہ کی اس دور میں عملی تفسیر شاید ہی ہمیں دوبارہ اس انداز میں دیکھنے کو مل سکے، لہذا ہمیں اس پہ فخر ہے کہ ہم تاریخ کے اس لحہ میں جب حق و باطل کی معرکہ آرائی عروج پہ ہے، جب حق والوں کو باطل پرستوں کی لشکر کشیوں، جارحیتوں، مظالم، پابندیوں، ظلم و جبر، سختیوں، منافقتوں، الزامات کا سامنا ہے، جب کفار و مشرکین یک جان ہو کے حق کے نمائندگان کے خلاف اکٹھ کر کے حملہ آور ہیں اور کربلا برپا کرنے کے بعد مقدسات کی توہین کرنے کے در پے ہیں تو ہم کھلے دل، اپنے شعور کی بیداری کیساتھ حق کے طرفدار ہیں اور باطل سے بیزار ہیں گویا ہم اگر اکسٹھ ہجری کے یزید سے بیزار اور اس پہ لعنت بے شمار کرنے والے ہیں تو اس دور کے یزید سے بھی نفرین کرنے والوں اور اس کے مقابل حق کے خیمہ میں موجود ہیں، ہمیں اس پہ افتخار ہے، ہمیں اس پہ ناز ہے کہ ہم قافلہ حریت، کاروان مقاومت، مزاحمت و استقامت کیساتھ ہیں۔

وہ ممالک اور تنظیمیں جنہوں نے پہلے روز شہید رہبر آیت اللہ سید علی خامنہ ای کی تعزیتی تقریب میں شرکت کی:

- افغانستان: طالبان، افغان مزاحمتی وفد، فاطمیون وفد
- آرمینیا: وزیر اعظم
- آذربائیجان: اسپیکر پارلیمنٹ
- بنگلہ دیش: اسپیکر پارلیمنٹ
- بیلاروس: اسپیکر پارلیمنٹ
- بلغاریہ: پارلیمانی اور سیاسی نمائندے
- برکینا فاسو: وزیرِ خارجہ
- بولیویا: ثقافتی اور مذہبی وفد
- چین: نیشنل پیپلز کانگریس کے وائس چیئرمین
- جمہوریہ کانگو: وزیرِ خارجہ
- کیوبا: وزیرِ اعلیٰ تعلیم/خصوصی نمائندے
- مصر: سینیٹ کے اسپیکر
- ایکواڈور: ثقافتی اور مذہبی وفد
- جارجیا: صدر+مسلم وفد جرمنی: شعیہ کمیونٹی وفد
- بھارت: خصوصی حکومتی سفیر، نائب وزیرِ خارجہ کی سطح + ہندو رہنما کشمیر کے علماء کا وفد
- عراق: صدر+اسپیکر پارلیمنٹ+متعدد حکام+حشد الشعبی وفد+کتائب حزب اللہ وفد

- انڈونیشیا: کوئی سرکاری وفد نہیں، صرف اسلامی وفد
- کردستان ریجن: صدر
- قازقستان: وزیرِ خارجہ
- کرغیزستان: اسپیکر پارلیمنٹ
- لبنان: وزیرِ دفاع + حزب اللہ کا اعلیٰ سیاسی وفد + امل تحریک کا اعلیٰ وفد
- ملائیشیا: وزیرِ زراعت

- میانمار: خصوصی سفیر/ وزیر
- نمیبیا: کابینہ کے وزیر
- نکاراگوا: وزیرِ خارجہ
- عمان: اسٹیٹ کونسل/ کونسل آف اسٹیٹ کے اسپیکر + عمانی وفد
- پاکستان: وزیر اعظم + آرمی چیف پارٹی چیئرمین + اسپیکر سینیٹرز وصوبائی چیف منسٹر + شیعہ رہنما + ۔علماء ے شیعہ واہلسنت وفد فلسطین: حماس کی قیادت + اسلامی جہاد (PIJ) کے سربراہ + دیگر علمائے کرام کا وفد قطر: اسپیکر پارلیمنٹ
- روس: صدر کے خصوصی نمائندے/ نائب چیئرمین سیکیورٹی کونسل (میڈویدیف) + اسکالرز + علمائے کرام کا وفد
- سعودی عرب: نائب وزیرِ خارجہ + وزارتِ خارجہ کا وفد
- سربیا: وزیرِ مواصلات + حکومتی وفد
- سری لنکا: اسپیکر پارلیمنٹ + وفد
- اسپین: ثقافتی اور مذہبی وفد
- جنوبی کوریا: وفد
- شمالی کوریا: وفد
- تاجکستان: صدر
- تنزانیہ: خصوصی حکومتی نمائندے
- تھائی لینڈ: نائب وزیر اعظم + شیعہ کمیونٹی وفد
- تیونس: حکومتی نمائندے + مذہبی وعلمی نمائندے
- ترکیہ: نائب صدر + پارٹی اور سیاسی وفود
- ترکمانستان: قومی رہنما/ پیپلز کونسل کے چیئرمین
- ازبکستان: اسپیکر پارلیمنٹ
- یمن: نائب صدر + انصاراللہ کا وفد
- خلیجی ممالک: مختلف وفود خلیجی ممالک سے شیعہ وفود ※
- شنگھائی تعاون تنظیم (SCO)

  سیکرٹری جنرل
- اسلامی تعاون تنظیم (OIC)

  ڈپٹی سیکرٹری جنرل
- ڈی-8 اقتصادی تعاون تنظیم: سیکرٹری جنرل
- اقتصادی تعاون تنظیم (ECO): سیکرٹری جنرل
- نیز چیئرمین سینیٹ، ، وزیر خارجہ، وزیر داخلہ، وزیر اطلاعات، اور قومی
- اسمبلی وسینیٹ کے ممبران

تم نے جس خون کو مقتل میں چھپانا چاہا
آج وہ کوچہ و بازار میں آ نکلا ہے

ہمارے دل زخمی ہیں، ہماری آنکھوں میں آنسو اٹھائیس مارچ سے پلکوں پہ کھڑے ہیں جو ایک تصویر دیکھ کے برسنا شروع ہو جاتے ہیں ایک آواز سن کے برسات بن جاتے ہیں، ایک ویڈیو دیکھ کے بارش کا سماں باندھ دیتے ہیں، ہمیں کوئی ملتا نہیں کہ اس کے گلے لگ لگ کے روئیں، پرسہ دیں، اپنے

جذبات کا اظہار کریں، اپنی عقیدت کا، اپنی محبت کا چیخ چیخ کے اظہار کریں، ہم مغموم ہیں رنجیدہ ہیں، ہم اداس ہیں، ہم بے قرار ہیں، ہم مضطرب ہیں، ہم جدائی کے لمحوں کا سوچ کے نا جانے کہاں کہاں پہنچ جاتے ہیں، یہ شہادت سے آج تک ہم نے ہر لمحہ اپنے محبوب کی یاد میں گذارا ہے، ان کو ایک لحظہ کیلئے بھی فراموش نہیں کیا ایسے میں ہم نے جب ان کا نماز جنازہ دیکھا ہے جب ان کے وداع کے لمحات قریب دیکھے اور محسوس کیے ہیں تو بے چینی بڑھ گئی ہے، بے قراری میں حد درجہ اضافہ ہوا ہے، ہمارے لیے اگر کچھ اطمینان کا باعث ہے تو جمہوری اسلامی ایران کی رہبریت، ایرانی عوام کا والہانہ عقیدت کا اظہار اور نظام اسلامی کے ساتھ وابستگی اور جنازہ کا پرشکوہ، شایان شان وداع اور اس کے مختلف طبقات، دنیا وایران پہ مرتب ہونے والے اثرات جو بہت پر امید ہیں۔ کہ شہید امت نے انقلاب امام زمانہ کی راہون کو کتنا واضح اور نزدیک کر دیا ہے۔

شہید امت، امام المستضعفین جہاں، امام سید علی الحسینی خامنہ ای کا تہران مصلی میں نماز جنازہ کیا ہوا اک نیا انقلاب برپا ہوا ہے، دنیا نے ان کی مزاحمت، مقاومت، صداقت، قیادت اور امریکہ اسرائیل کے ہاتھوں عظیم شہادت پہ جن تاثرات، اپنی کیفیات، اپنے اندر تبدیلی، اپنی بدلتے خیالات کا اظہار کیا وہ کھلی حقیقت ہے، بیسیوں نہیں، سینکڑوں نہیں ہزاروں ایسے لوگ جو جمہوری اسلامی ایران کو اسلام دشمن کیساتھ ملاتے تھے اور امریکہ کیساتھ دشمنی کو اندر کھاتے ملا ہوا کہتے تھے واقعی تبدیل ہوئے ایسے تاثرات کا اظہار کیا جو واقعی تبدیلی کی علامت ہیں، اب جب سوشل میڈیا کی طاقت اور ذریعہ سے جنازے کا احوال اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تو تبدیلی کے اثرات پھر سے محسوس کیے جا رہے ہیں، کھل کے بتا رہے ہیں، اظہار محبت اور فرط جذبات کا ایک عالم ہے جو ہر سو دیکھا سنا جا رہا ہے مگر اس حقیقت سے بھی چشم پوشی نہیں کر سکتے کہ بے غیرت، کور چشم، متعصب، تک فیری اور بہت سے نام نہاد شیعہ ہونے کے دعویدار جن کی ہمیشہ بکواس ہوتی تھی کہ ان کے پاس اربوں کے اثاثے ہیں، بی بی سی، سی این این کی پراپیگنڈا رپورٹس کے سہارے انہوں نے ہمیشہ یہی کچھ پیش کیا، اب ان کو اس بات پہ آگ لگی ہے کہ کہ ایسی عظمت و قدرت اور ایسی شہامت کہ تاریخ کی بوڑھی آنکھ بھی مثال سامنے لانے سے قاصر ہے کیونکر ممکن ہوگیا،،، بے شرم، گھٹیا نیچ پن اور نام نہاد جن کے ناموں کیساتھ سید لکھا بھی نظر آتا ہے تک فیریوں کی زبان بولتے دکھائی دیتے ہیں ان کیلئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ وہ اور تک فیری ایک ہی زبان و انداز اختیار کیے ہیں، اس وقت سوشل میڈیا کے ذریعے کچھ طبقات اپنی کج فکری، تعصب، تنگ نظری اور امام خامنہ ای کی شخصیت کے اثرات سے جلن محسوس کرتے ہوئے اپنے آپ کو بے نقاب کر رہے ہیں۔

ایک اعتراض کہ موجود رہبر معظم اپنے باپ کے جنازہ میں شریک نہیں جبکہ کروڑوں لوگ موجود ہیں انتہائی بے ہودہ اور گھٹیا پن کا اظہار ہے، رہبر معظم، شہید امت، امام المستضعفین جہاں کے سب سے بڑے صاحبزادے سمیت تین بیٹے تہران نماز جنازہ میں شریک تھے، قم میں شریک ہوئے، نجف و کربلا میں تشریف لے گئے، مشہد مقدس میں آخری نماز جنازہ بھی بڑے صاحب زادے سید مصطفی حسینی خامنہ ای نے پڑھائی۔ وہ جن کی تعزیت لینے اور دینے کیلئے کروڑوں موجود ہیں، عمومی دستور کے مطابق بڑے بیٹے کو تعزیت پیش کی جاتی ہے ہم ابھی ان کو زخمی قلوب، شکستہ دلوں کیساتھ تعزیت عرض کرتے ہیں۔۔۔ آپ یتیم نہیں ہوئے۔ ہم بھی پدر روحانی سے محروم ہوئے ہیں، جہاں تک رہبر معظم آیۃ اللہ مجتبیٰ خامنہ ای کی بات ہے اس بات کا امکان موجود ہے کہ انہوں والد کی نماز جنازہ پڑھی ہوگیا، ان کا ایک بیان موجود ہے کہ انہوں نے ان کی میت کو دیکھا، جب میت کو دیکھا تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ محدود حلقے میں نماز جنازہ ادا کی ہوگی۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ میں نے فقط دو شخصیات کو مرشد لکھا، سمجھا ہے دونوں حسینی سادات ہیں، پہلے قائد شہید سید عارف حسین الحسینی کہ جن سے ذاتی طور پہ ملنے، ان کی دست بوسی کی سعادت سے سرفراز ہوا، دوسرے امام المستضعفین شہید امت سید علی الحسینی خامنہ ای، جن کے رخ انوار کو قریب سے

دیکھنے کی سعادت نصیب رہی، کیا دمکتا چہرہ اور اثر انگیز دل پذیر نورانیت سے بھر پور شخصیت کے مالک تھے، ان کی آواز، ان کی گفتگو، ان کے آداب، ان کی پزیرش، ان کی عاجزی، ان کی مسکراہٹ سب کچھ ہی منفرد اور جذب کرتے تھے، ان شخصیات کے علاوہ دو اور سید اصلی و نسلی امام خمینی رض اور شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی ایسے رہنما اور کردار کے حامل کہ انہیں بھلایا نہیں جا سکتا، ان کی خدمات، ان کے اقوال، ان کے نظریات، انکا عمل، ان کی انقلابی فکر کسی تعارف کے محتاج نہیں نا یہ پلیٹ فارم اس وقت اتنی تفصیل سے ذکر کرنے کا روادار ہے۔ کاش اہل پاکستان کو شہید الحسینی و شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی جیسا کوئی ایک سید مل جاتا تو ہمارے ارمان بھی پورے ہوتے۔

امام خامنہ ای شہید امت کے جنازہ نے دنیا بھر پہ جو اثرات مرتب کیے ہیں، جو مناظر دنیا نے دیکھے ہیں جو ماحول دنیا نے دیکھا ہے یہ ایک ایسی تاریخ ہے جسے برسوں بطور مثال پیش کیا جاتا رہے گا اس کے اثرات دیکھیں، اتنے دنوں بعد ہونے والے نماز جنازہ کے اجتماعات جو تہران، قم المقدسہ، نجف و کربلا اور پھر مشہد مقدس میں جنازہ و تدفین سیاست عالم، سفارت کاری، پیغامات، قرآنیات، تلاوت، جہان عالم کی شرکت سے دشمن کی تنہا کرنے ک سازش کا توڑ، شہادت کے جذبات، انتقام کا عزم و عہد، انقلابی شعار، خواتین، بچے، بوڑھے، کمسن، عمر رسیدہ، مجتہدین، سیاستدان، علماء، طلباء، دنیا بھر سے آیا ہوا میڈیا، ویلاگر، عالمی میڈیا کی کوریج، ناقابل فراموش مناظر و جذبات کی عکاسی و فلم بندی، وقار تشیع میں اضافہ، قیادت کا معیار، شہادت کا اظہار، امامت کا نظام، اہل ایران کا اتحاد، یکجہتی، قومی و ملی شناخت کا اظہار، دنیا بھر کا میڈیا جب ایران میں ہے تو اسے ایک طرف تو جنگ سے تباہ حالی کے مناظر یعنی وہ تعلیمی ادارے، اسپتال، یونیورسٹیز، ریسرچ سنٹرز، سرا کری و نجی رہائشی عمارات دیکھ کے اسرائیلی و امریکی سفاکیت کا عملی ثبوت دیکھنے کو ملا دوسری طرف سینتالیس برس سے پابندیوں کے شکار ملک کا کسی بھی یورپی ملک سے بہتر انفرااسٹرکچر، ٹرانسپورٹ، بنیادی سہولیات، آسائشات، تہران میٹرو جو ایک عجوبہ ہے جس میں ایک کروڑ لوگوں نے اس دوران سفر کیا یہ سب ایسے مناظر ہیں جو کسی دوسرے ملک میں بیٹھ کے کبھی بھی ملاحظہ نہیں کیے جا سکتے تھے، طویل عرصہ سے ہمارے میڈیا ہاؤسز کی ایران میں کسی بھی قسم کی نمائندگی کا نام و نشان نہیں تھا ایران سے متعلق خبریں ایران مخالف چینلز سے ہی حاصل کر کے چلا دی جاتی تھیں اب اس جنازہ کو کوریج کرنے والے صحافیوں کے اداروں اور آنے والوں کے روابط بہت بہتر ہو جائیں گے اس کے اثرات بھی کوریج کے دوران دیکھے جا سکتے ہیں۔

جس طرح اس بڑے ایونٹ میں شریک مختلف ممالک کے وفود جب شہید امت کے پیکر مطاہر پہ حاضر ہو رہے تھے تو قرآنی آیات کا انتخاب بہت ہی توجہ طلب اور پر اثر تھا ایسے ہی دیکھنے میں آیا ہے مختلف کیٹیگریز کے مہمانان کیلئے الگ الگ ملاقاتیں، کانفرنسز، شیڈول مرتب کیے گئے ہیں، شیعہ سنی علماء و مذہبی شخصیات کیلئے الگ کانفرنسز تھیں، فقط شیعہ جماعتوں و شخصیات کے لیے ورلڈ اہلبیت اسمبلی کا اجلاس، مختلف ممالک کے صحافیوں کیلئے الگ موضوع پہ کانفرنس، طلباء و یوتھ کیلئے الگ برنامہ و ملاقاتیں ترتیب دینا اور ایسے موقع پہ سب مہمانان کو ان کی شخصیت کے عنوان سے اٹینڈ کرنا واقعاً اہل ایران کا کمال ہے جنگ میں مشغول رہ کے اتنا عرصہ تک اس جنازہ کے انتظامات و منصوبہ بندی کرنا عام لوگوں کا کام نہیں ایسا لگتا ہے شہداء کی عظیم شہادت اور قربانی کو پروردگار عالم نے اتنی عزت، اتنی عظمت، اتنی سرفرازی عطا کرنے کیلئے فرشتگان کی جماعت کو معین کیا ہوگا۔

انہی اثرات کے ذیل میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اہل عراق جو محبت، بھائی چارگی، عقیدت اور تڑپ سے جنازہ رہبر کا انتظار کر رہے تھے اور جس سطح پہ انتظامات کیے جا رہے تھے یہ بلاشبہ ایک تاریخی سنگ میل ہے عراق وایران وہ ممالک ہیں جو آٹھ سال شدید ترین جنگ کا شکار رہے ہیں، صدام نامی آمر جس نے امریکی ایجنٹی کا کردار ادا کرتے ہوئے ایران پہ حملہ کیا، کویت پہ قبضہ کیا، سعودیہ پہ میزائیل پھینکے اور بالآخر اپنے آقاؤں کی مہربانی سے اپنی منطقی انجام سے دوچار ہوا نے اپنے آمرانہ دور حکومت میں اہل تشیع کو ظلم و بربریت اور سفاکیت کا شکار رکھتے ہوئے دبا کے رکھا تھا، جب اپنے انجام کو پہنچا تو اہل تشیع میں بیداری کی لہر اٹھی، جس میں ایران نے بھرپور کردار ادا کیا، عراقی شیعیان ایران کے ممنون وشکرگزار ہیں کہ ان کے اعلی جرنیل بشمول شہید جنرل سلیمانی نے عراقیوں کو نام نہاد القایدہ، داعش کی سفاکیت سے نجات دلانے میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش پیش کیے اور انہیں مشکل حالات میں تنہا نہیں چھوڑا، اگر ایران انہیں تنہا چھوڑ دیتا تو آج مقدس مقامات پہ داعش کا قبضہ ہوتا اور جیسا ان خنازیر نے اعلان کیا تھا کہ وہ مزارات مقدس کو ایسے ہی زمین بوس کریں گے جیسا نہوں نے سامراء میں کیا تھا سب جانتے ہیں کہ اس ساری اسٹریٹجی کے پس پردہ وظاہر امام خامنہ ای کی حکمت، دانائی اور دور اندیشی تھی جس کے باعث آج اہل عراق امام خامنہ ای کے جنازہ، جس کیلئے لاکھوں کی تعداد میں ان کی طرف سے درخواستیں دی گئی تھی، شہید امت کا جنازہ عراق لانے میں کامیاب ہوئے آٹھ جولائی کو کربلا و نجف میں جو کچھ دیکھا گیا اس کا تصور ہی محال تھا، شہید امت کے ساتھ اہل عراق کی عقیدت، وابستگی اور اظہار ایسے ایسے مناظر دیکھنے کو ملے جو تہران، قم جمکران اور مشہد مقدس میں بھی شاید کم نظیر تھے واقعا اہل عراق نے انقلابی مرجعیت کا لبادہ اوڑھ لیا تھا، علماء کرام کی اتنی بڑی تعداد شریک تھی کہ شمار ممکن نا تھا، یالثارات الحسین کے شعار گونج رہے تھے۔ کربلا حرم امام حسین وابالفضل العباس علیہم السلام تک پہنچنے میں جتنا وقت لگا وہ الگ ریکارڈ ہے، اسی طرح مشہد مقدس ایئر پورٹ سے حرم رضوی بارگاہ ملکوتی امام رضاع تک پہنچتے دس گھنٹے لگ گئے انسانوں کے یہ سمندر پہلی بار کسی ایسے شہید کے جنازے پہ سامنے آئے جسے دفن کرنے کیلئے شاید جنگ بندی کرنا پڑی اور پھر بھی دھمکیاں اور بالآخر جلوس جانزہ میں لوگوں کی شرکت و جذبات دیکھ کے حیران زدہ امریکی صدر یہ کہتا دکھائی دیا کہ ہم جلوس جنازہ کو نشانہ بنا سکتے تھے مطلب اس کا اندیشہ پہلے سے موجود تھا جس کے باعث تاخیر ہوئی۔

چار کروڑ تیس لاکھ لوگوں میں شامل تمام لوگ خوش قسمت ہیں جو ان جلوس ہائے جنازہ میں شریک ہیں، واہ تاریخ کے ان لمحات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، ہمارے بہنے والے آنسو ہمارے عقیدت، ہماری محبت، ہمارے جذبات شہداء تک ضرور پہنچ جائیں گے اور ہم کسی بھی مجبوری کی وجہ سے شریک نا ہو سکنے کے باوجود اس کاروان درد کے راہیوں میں شمار ہوں گے۔ آخر میں ساغر کی ایک غزل کے منتخب اشعار ان بے قرار لمحوں کی ترجمانی کیلئے پیش ہیں۔

اے دل بے قرار چپ ہو جا
جا چکی ہے بہار چپ ہو جا
اب نہ آئیں گے روٹھنے والے
دیدۂ اشک بار چپ ہو جا
جا چکا کاروان لالہ و گل
اڑ رہا ہے غبار چپ ہو جا
چھوٹ جاتی ہے پھول سے خوشبو
روٹھ جاتے ہیں یار چپ ہو جا

آیت اللہ جوادی آملی نے نمازِ جنازہ کے آخری حصے میں امامِ شہید کی پوری زندگی کا خلاصہ ایک مؤثر ''شہادت نامہ'' کی صورت میں مرتب فرمایا

تاکہ یہ ہمیشہ کے لیے یادگار بن جائے:

اللَّهُمَّ إِنَّ هذَا الْمُسَجَّى قُدَّامَنَا عَبْدُكَ وَ ابْنُ عَبْدِكَ وَ ابْنُ أَمَتِكَ

بارِ الہا! ہمارے سامنے جو یہ جسدِ خاکی رکھا ہے، وہ تیرا بندہ، تیرے بندے کا بیٹا اور تیری بندی کا فرزند ہے

۔نَزَلَ، نَزَلَ، نَزَلَ بِعِزِّ جَلَالِكَ وَ جَبَرُوتِكَ وَ عَظَمَتِكَ وَ مَلَكُوتِكَ.

وہ حاضر ہوگیا، حاضر ہوگیا، حاضر ہوگیا ہے تیری عزت، جلال، جبروت، عظمت اور ملکوت کے حضور۔

نَزَلَ بِعِزِّ جَلَالِكَ وَ جَبَرُوتِكَ وَ مَلَكُوتِكَ.

وہ تیری عزت، جلال، جبروت اور ملکوت کی بارگاہ میں حاضر ہو چکا ہے۔

نَزَلَ بِعِزِّ جَلَالِكَ وَ جَبَرُوتِكَ وَ مَلَكُوتِكَ.

وہ تیری عزت، جلال، جبروت اور ملکوت کی بارگاہ میں حاضر ہو چکا ہے۔

اللَّهُمَّ إِنَّهُ نَزَلَ مُجَاهِدًا، مُبَالِغًا، وَرِعًا، مُوَحِّدًا، مُتَأَلِّهًا.

اے اللہ! وہ تیرے حضور اس حال میں آیا ہے کہ وہ ایک جانفشان مجاہد، نہایت کوشاں، پرہیزگار، خالص موحد اور خداشناس و خداپرست بندہ تھا۔

اللَّهُمَّ، اللَّهُمَّ، اللَّهُمَّ، إِنَّهُ نَزَلَ عِنْدَكَ شَهِيدًا لِلْإِسْلَامِ وَ الْقُرْآنِ وَالْعِتْرَةِ؛ هذَا أَوَّلًا.

اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! وہ تیرے حضور اسلام، قرآن اور عترت کے شہید کی حیثیت سے حاضر ہوا ہے۔ یہ ہماری پہلی گواہی ہے۔

اللَّهُمَّ، اللَّهُمَّ، اللَّهُمَّ، إِنَّهُ نَزَلَ عِنْدَكَ قَتِيلًا لِلْإِسْلَامِ؛ قَتِيلًا لِلْأُمَّةِ الْمُسْلِمَةِ؛ قَتِيلًا لِسِيَاسَتِهَا؛ قَتِيلًا لِصِيَانَتِهَا؛ قَتِيلًا لِكِيَانِهَا؛ قَتِيلًا لِعَظَمَتِهَا وَ سِيَادَتِهَا وَ مَوْلَوِيَّتِهَا وَ وَحْدَتِهَا.

اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! وہ تیرے حضور اس حال میں آیا ہے کہ وہ اسلام کی راہ میں شہید ہوا، امتِ مسلمہ کی خاطر شہید ہوا، اسلامی نظام و سیاست کی حفاظت کے لیے شہید ہوا، امت کی پاسداری کے لیے شہید ہوا، اس کے وجود و بقا کی خاطر شہید ہوا، اور اس کی عظمت، سربلندی، ولایت وحقِ قیادت، اقتدار اور وحدت کی خاطر اپنی جان قربان کر گیا۔

يَا مَنْ يَقْبَلُ الْيَسِيرَ وَ يَقْبَلُ الْيَسِيرَ، اقْبَلْ مِنْهُ وَ مِنَّا الْيَسِيرَ، إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

اے وہ ذات جو معمولی عمل کو بھی قبول فرماتی ہے اور اس پر عظیم اجر عطا کرتی ہے! اس بندے کی اور ہماری یہ مختصر سی خدمت قبول فرما، بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

للَّهُمَّ إِنَّهُ نَزَلَ بِعِزِّ غُفْرَانِكَ، وَ هُوَ عَبْدُكَ وَ مُحْتَاجٌ إِلَى رَحْمَتِكَ.

اے اللہ! وہ تیری مغفرت کی عزت و پناہ میں حاضر ہوا ہے، وہ تیرا بندہ ہے اور تیری رحمت کا محتاج ہے۔

اللَّهُمَّ احْشُرْهُ مَعَ الْأَئِمَّةِ الْهُدَاةِ الْمَهْدِيِّينَ.

اے اللہ! اسے ہدایت کرنے والے اور ہدایت یافتہ ائمہ ؑ کے ساتھ محشور فرما۔

وَاخْلُفْ عَلَى أَهْلِهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَصَلِّ عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ، وَاحْشُرْنَا مَعَهُ مَعَ عِنَايَتِكَ وَ عِنَايَةِ مُحَمَّدٍ وَ عِتْرَتِهِ الطَّاهِرِينَ.

اور اس کے پسماندگان کے لیے بہترین جانشین اور مددگار بن، اس پر اور اس کے تمام اہل و وابستگان پر اپنی رحمت نازل فرما، اور ہمیں بھی اپنی خاص عنایت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی عترتِ طاہرہ ؑ کی عنایت کے طفیل اس کے ساتھ محشور فرما

کبھی نہ بجھنے والی انتقام کی آگ

غم و غصے کا بحرِ بے کراں،

تاریخی وداع سے روحانی رخصتی تک

تحریر: یداللہ ربیعی

۱۳ سے ۱۸ تیر ۱۴۰۵ کے دوران تہران، قم، نجف، کربلا اور مشہدِ مقدس (روضۂ امام رضاؑ) میں جو کچھ رونما ہوا، وہ نہ صرف ایک تدفینی تقریب تھی اور نہ ہی محض ایک عظیم رہنما کو الوداع کہنے کی رسم؛ بلکہ یہ ایک ایسا تہذیبی اور تاریخی حماسہ تھا جس نے تاریخ کا رخ موڑ دیا، محورِ مقاومت کی جغرافیائی اور فکری حدود کو نئی جہت عطا کی، اور امتِ مسلمہ کے اجتماعی شعور میں ایک ابدی پیغام نقش کر دیا۔ اس عظیم اجتماع کو صدی کی سب سے بڑی تدفینی تقریب قرار دیا جا رہا ہے۔ ابتدا ہی سے اندازہ تھا کہ اس بے مثال تاریخی اور تہذیبی واقعے میں ایران کے امامِ شہید سے عشق و عقیدت رکھنے والے کروڑوں افراد شریک ہوں گے، لیکن جو منظر عملاً سامنے آیا، وہ تمام اندازوں اور توقعات سے کہیں بڑھ کر تھا۔

۱۳ سے ۱۸ تیر ۱۴۰۵ کے دوران تہران، قم، نجف، کربلا اور مشہدِ رضویؑ میں جو مناظر رقم ہوئے، وہ محض ایک تدفینی تقریب یا کسی رہنما کو الوداع کہنے کی رسم نہ تھے؛ بلکہ یہ ایک ایسی تہذیبی و تاریخی حماس※ تھا جس نے تاریخ کا رخ موڑ دیا، محورِ مقاومت کی جغرافیائی وفکری حدود کو نئے انداز میں متعین کیا اور امتِ اسلامی کے اجتماعی شعور پر ایک لازوال پیغام ثبت کر دیا۔ اس عظیم اجتماع کو ”صدی کی سب سے بڑی تشییع“ قرار دیا جا رہا ہے۔ ابتدا ہی سے اندازہ تھا کہ اس غیر معمولی تاریخی اور تہذیبی واقعے میں کروڑوں عاشقانِ قائدِ شہید شریک ہوں گے، لیکن جو کچھ عملاً سامنے آیا، وہ تمام توقعات سے کہیں بڑھ کر تھا۔

حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام سید علی خامنہ ایؒ، رہبرِ شہیدِ انقلابِ اسلامی، اور ان کے شہید اہلِ خانہ کے پیکرِ مطہر کی تشییع، دارالحکومت تہران میں مصلیٰ امام خمینیؒ میں دو روزہ عوامی وداع کے بعد، پیر ۱۵ تیر کی صبح آغاز ہوئی اور شام تک جاری رہی۔ تاہم یہ صرف ایک تشییع جنازہ نہیں تھا، بلکہ ایک ایسے عظیم تاریخی سفر کا آغاز تھا جو قم، نجف، کربلا اور آخرکار بارگاہِ ملکوتی حضرت امام رضاؑ کے جوار میں تدفین تک جاری رہا، اور جس نے امتِ اسلامی کو ایک بے مثال وحدت اور یکجہتی میں پرو دیا۔

1۔ تہران میں الوداع، ایک ایسا آغاز جس نے دنیا کو لرزا دیا

۱۵ تیر کی صبح کی اولین ساعتوں ہی سے اس عظیم مجاہدِ شہید کے عاشقوں اور عقیدت مندوں کا سیلاب تہران کی سڑکوں پر اُمڈ آیا۔ دماوند اسٹریٹ، میدانِ امام حسینؑ، انقلاب و آزادی شاہراہیں، میدانِ آزادی اور شہید لشکری ایکسپریس وے انسانی سمندر کا منظر پیش کر رہے تھے، جہاں لاکھوں افراد اس عظیم رہنما کو رخصت کرنے کے لیے جمع تھے، جس نے اپنی پوری زندگی اسلام، انقلابِ اسلامی، ایران کی عزت اور ایرانی قوم کی سربلندی کے لیے وقف کر دی تھی۔

اس روز تہران نے امت کی وفاداری، محبت اور عہدِ وفا کی ایک ایسی تاریخ رقم کی جو ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔ لاکھوں افراد اشک بار آنکھوں، درد سے لبریز دلوں اور پُرجوش نعروں کے ساتھ اپنے شہید قائد کو آخری سلام پیش کر رہے تھے۔ شرکاء کی غیر معمولی تعداد کے باعث مرکزی جلوس کے راستے میں تبدیلی کرنا پڑی اور تشییع کا آغاز طے شدہ مقام، دماوند اسٹریٹ، سے نہ ہو سکا۔ فضا مسلسل ان نعروں سے گونج رہی تھی:

”انتقام! انتقام!“ ”ہم اُن لوگوں کو انجام تک پہنچائیں گے جنھوں نے ہمارے امام کو شہید کیا!“ اور

”ہم کسی سودے بازی کے خواہاں نہیں، ہمیں ٹرمپ کا سر چاہیے!“

یہ نعرے تہران کی فضا کو مقدس غیظ و غضب اور عزمِ انتقام کے سمندر میں تبدیل کر رہے تھے۔ عزاداروں کے سروں پر سرخ پرچم ”یا لثارات الحسینؑ“ اور ”یا لثارات الخامنہ ای“ لہرا رہے تھے۔ یہ پرچم صرف سوگ کی علامت نہیں تھے، بلکہ خونِ شہداء کے انتقام، ظالموں کے قصاص اور حق کی سربلندی کے لیے امت

عزت اور ایران" کی علامت تھا۔

سڑکوں کے اطراف واقع گھروں کو موکبوں میں تبدیل کر دیا گیا تھا، جہاں چائے اور نذری کا اہتمام صرف مہمان نوازی نہیں بلکہ قومی یکجہتی اور بے لوث محبت کا اظہار بن گیا تھا۔ آج مشہد صرف وہ شہر نہیں تھا جہاں زائرین حرم کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں، بلکہ وہ شہر بن گیا تھا جو اپنے صاحب خانہ کے سوگ میں خاموش اور غم زدہ تھا۔ شہید رہبر کا جسدِ مطہر حرمِ رضوی میں ان کے معزز خاندان کی موجودگی میں سپردِ خاک کیا گیا؛ اسی ہستی کے جوار میں جنہیں وہ برسوں "امامِ رؤوف" کے نام سے یاد کرتے رہے، اور آج اسی مقدس آستانے میں ہمیشہ کے لیے آرام پا گئے۔ یہ ایک ایسی ملکوتی وداع تھی جس میں تشییع کرنے والے خاکی راستوں سے چلتے ہوئے آٹھویں امام حضرت امام رضا (ع) کی آسمانی بارگاہ تک پہنچے۔

۵۔ ایک عظیم تاریخی وتمدنی واقعے کے اسٹریٹجک پیغامات:

یہ سات روزہ عظیم حماسی منظر، اپنی بے مثال عظمت کے ساتھ ساتھ دوست اور دشمن دونوں کے لیے کئی اہم اسٹریٹجک پیغامات بھی لیے ہوئے تھا؛ ایسے پیغامات جو اپنے اندر خطے اور دنیا کے مستقبل کے سیاسی وتزویراتی توازن کی سمت متعین کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

پہلا پیغام، دشمن کی نفسیاتی جنگ میں اسٹریٹجک شکست:

المیادین ٹی وی نے اپنے ایک گہرے تجزیے میں زور دیا کہ "ایران نے شہید رہبر کے تشییع کو صرف اس شخصیت کی الوداعی تقریب نہیں سمجھا جس نے کئی دہائیوں تک ملک کی قیادت کی، بلکہ اسے ایک سیاسی اور میڈیا کی جنگ قرار دیا، جس کی اہمیت گزشتہ فوجی معرکوں سے کسی طرح کم نہیں تھی۔" انقلاب کے شہید رہبر کے جسدِ مطہر کی عوامی تشییع نے اس حقیقت کی تصدیق کر دی کہ ایران کے پاس ایسا انسانی اور ادارہ جاتی سرمایہ موجود ہے جو اسے اپنے رہنماؤں کی شہادت کے بعد بھی اپنے راستے پر مسلسل آگے بڑھنے کی صلاحیت دیتا ہے۔

جنگ، اگرچہ اپنے ساتھ جانی اور فوجی نقصانات لے کر آئی، لیکن امریکی-صہیونی دشمن کی ان امیدوں کے برخلاف کہ وہ قومی ارادے کو کمزور کر دے گا یا عوام اور نظامِ حکومت کے درمیان فاصلے پیدا کر دے گا، اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ یہ عظیم عوامی اجتماع اس بات کا اظہار تھا کہ بحرانوں، دباؤ اور سخت حالات کے باوجود ایک قوم کی سیاسی وسماجی بنیادیں صرف طاقت کے استعمال سے نہیں توڑی جا سکتیں، بلکہ قومی اعتماد، نظریاتی وابستگی اور اجتماعی شناخت جیسے عوامل کسی بھی ریاست کی حقیقی قوت کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔

دوسرا پیغام، انسانی جغرافیہ؛ دشمن کے مقابلے میں ایک مضبوط دفاعی رکاوٹ:

اسلامی جمہوریہ ایران کے سلامتی اور سیاسی نظریے میں انسانی جغرافیہ اور عوامی حمایت کے ذریعے نظام کے دفاع کی صلاحیت، طاقت پیدا کرنے والے اہم ترین عوامل اور دفاعی بازدارندگی کے بنیادی ستونوں میں شمار ہوتی ہے۔ جب دنیا یہ دیکھتی ہے کہ ایک حساس موقع پر، مسلح افواج اور وطن کے محافظوں کی حمایت اور قیادت کے ساتھ تجدیدِ عہد کے لیے، ۱۳۰ سے زائد راتوں تک مسلسل میدان میں موجود رہنے کے بعد، لاکھوں ایرانی شہری سڑکوں پر نکل آتے ہیں، تو کوئی بھی طاقت اس قوم کے مستقبل کو محض قیاس آرائیوں کے حوالے نہیں کر سکتی۔ یہ عوامی موجودگی اس حقیقت کی علامت ہے کہ کسی ملک کی اصل طاقت صرف عسکری صلاحیتوں میں نہیں ہوتی، بلکہ عوامی وابستگی، اجتماعی ارادہ اور قومی اتحاد بھی دفاعی قوت کا ایک اہم حصہ ہوتے ہیں۔

تیسرا پیغام، محورِ مزاحمت میں "میدانوں کے اتحاد" کی حکمتِ عملی کا استحکام

مزاحمتی تحریکوں کے مختلف دھڑوں کے نمائندوں کی شرکت اور وداعی و تشییع کی تقریبات میں ان کے مشترکہ مؤقف نے "محورِ مقاومت کا اتحاد" کی حکمتِ عملی کو نمایاں کیا۔ تہران سے بیروت تک، صنعا سے غزہ تک، سب نے اس عظیم سوگ میں اپنی شرکت اور وابستگی کا اظہار کیا۔ یہ منظر اس بات کی علامت تھا کہ خطے میں موجود اتحادی قوتیں مشترکہ چیلنجز کے مقابلے میں باہمی رابطے، یکجہتی اور مشترکہ بیانیے کو اپنی تزویراتی طاقت کا حصہ سمجھتی ہیں۔

چوتھا پیغام، ٹرمپ اور امریکی فوج کے لیے واضح اور فیصلہ کن پیغام:

سی این این نے اپنی ایک رپورٹ میں زور دیا کہ ''اس تقریب کے وسیع پیمانے کو اس انداز میں ترتیب دیا گیا کہ دنیا اور اسلامی جمہوریہ ایران کے دشمنوں کے لیے ایک واضح پیغام ارسال کیا جا سکے۔'' تہران، قم، نجف، کربلا اور مشہد میں گونجنے والے ''امریکہ مردہ باد'' اور ''اسرائیل مردہ باد'' کے نعروں کو ٹرمپ اور امریکی فوج کی مبینہ دہشت گردانہ کارروائی کے خلاف ایک واضح اور سخت جواب قرار دیا گیا۔ یہ اجتماعات اس بات کا اظہار تھے کہ دباؤ، حملوں اور دشمنانہ اقدامات کے باوجود عوامی جذبات اور سیاسی مؤقف اپنی جگہ برقرار ہیں، اور مخالف قوتوں کے لیے یہ پیغام موجود ہے کہ قومی ارادے کو محض طاقت کے استعمال سے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

پانچواں پیغام، نظام کا تسلسل اور محورِ مزاحمت کی قوت:

المیادین اور دیگر بین الاقوامی ذرائع ابلاغ نے عوام کی وسیع شرکت، ریاستی اداروں کے تمام شعبوں کی موجودگی اور تقریبات کے منظم انعقاد کو اس عظیم تشییع کے اہم ترین پیغامات میں شمار کیا۔ لاکھوں افراد کے اجتماع میں برقرار رہنے والا نظم و ضبط اس امر کی علامت تھا کہ یہ ایک باشعور اور پختہ اجتماعی قوت کا مظہر ہے، جو مشکل ترین حالات میں بھی اپنے اجتماعی ارادے کو نظم و ضبط کے ساتھ پیش کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ اجتماع اس تصور کو اجاگر کرتا ہے کہ کسی بھی سیاسی نظام کی پائیداری صرف اداروں کی طاقت سے نہیں بلکہ عوامی اعتماد، اجتماعی نظم اور بحرانوں کے دوران ثابت قدمی سے بھی وابستہ ہوتی ہے۔

نتیجہ اور آخری پیغام:

تہران سے قم، اور نجف و کربلا سے مشہدِ رضا (ع) تک اٹھنے والا غم و مقدس غصے کا یہ سمندر ناقابلِ روک ہے۔ یہ عظیم لہر، جسے سرخ پرچموں ''یا لثارات الحسین'' اور ''لثارات الخامنہ ای'' نے علامتی شکل دی، مزاحمت کے جغرافیے کے عزم و ارادے کی عکاسی کرتی ہے اور دنیا کو یہ پیغام دیتی ہے کہ مجاہد شہید امام کا خون کبھی رائیگاں نہیں جائے گا۔ تہران میں وداع، قم میں تشییع، عراق میں بدرقہ اور امام رضا (ع) کے حرم کے جوار میں تدفین، اتحاد اور مقدس استقامت کی ایک سنہری زنجیر کی کڑیاں تھیں؛ ایسی زنجیر جس نے امت کو غم کے موقع پر مزید متحد و منظم کیا، اور غصے کے مرحلے میں پہلے سے زیادہ پرعزم اور ثابت قدم بنا دیا۔

بالآخر سخت اور فیصلہ کن انتقام کا دامن ٹرمپ اور امریکی فوج تک پہنچے گا۔ یہ لاکھوں افراد پر مشتمل امت کے تشییع کا پیغام ہے؛ ایسا پیغام جو تاریخ میں ثبت رہے گا اور آخرکار اللہ تعالیٰ کا وعدہ، یعنی ظالموں کے خلاف عدل و قصاص کا قانون، پورا ہو کر رہے گا۔ تہران سے مشہد تک، نجف سے کربلا تک، امتِ اسلامی نے ایک آواز ہو کر پکارا؛

''یالثارات الحسین، یالثارات الخامنہ ای''

اور یہ آواز مظلوم شہید کے خون کا بدلہ لینے کے الٰہی وعدے کے پورا ہونے تک خاموش نہیں ہوگی۔ اللہ کے اذن سے، ان کے تہذیب ساز نظریات کا پرچم ان کے مکتبِ فکر سے تربیت یافتہ افراد کے ہاتھوں میں استکبار مخالف، حق طلبی اور آزادی کی جدوجہد کے میدان میں بلند رہے گا۔

ان شاء اللہ

ہمیں ٹرمپ کا سر چاہیے!

تحریر: حسین شریعتمداری

1۔ پیر کے روز آقایِ شہیدِ ایران کی تشییع میں، جسے انسانی تاریخ کا بے مثال اجتماع قرار دیا جا رہا ہے، جہاں تک نگاہ جاتی تھی انسانوں کا ایک بے کنار اور نا قابلِ شمار سمندر دکھائی دیتا تھا۔ ہاتھوں اور کندھوں پر بلند سرخ پرچم، انتقام کی علامت کے طور پر لہرا رہے تھے۔ امامِ شہید کے خون کا بدلہ، اس عظیم اجتماع کا سب سے زیادہ گونجنے والا نعرہ تھا، جو حاضرین کے دلوں کی گہرائیوں سے نکل کر زبانوں پر آیا اور مسلسل نعروں کی صورت میں فضا میں گونجتا رہا۔

عوام کا یہ مطالبہ بعینہٖ وہی ہے جس پر امامِ شہید اور موجودہ امام کی ہدایات میں واضح طور پر زور دیا گیا ہے اور جس کی ضرورت پر تاکید کی گئی ہے۔ اسی بنا پر پیر کے روز آقایِ شہید کی بے مثال تشییع میں شریک کروڑوں افراد، اور وہ بڑی تعداد جو تقریب میں شریک نہ ہو سکی، ان سب کی خواہش کو پورا کرنا سب پر، خصوصاً نظام کے ذمہ داران پر، ایک غیر متزلزل ذمہ داری ہے۔

2۔ ہمارے امامِ شہید رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک خطاب میں امریکہ کو سخت جواب دینے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ البتہ یہ بات قاتل سے انتقام لینے کے مسئلے سے الگ ہے۔ جو کچھ ہم نے کہا، وہ مجموعی طور پر استکباری طاقتوں اور امریکہ سے متعلق ہے۔ لیکن شہید سلیمانی کے قاتل اور ان کے قتل کا حکم دینے والوں کو اپنے جرم کی سزا بھگتنا ہوگی، اور یہ معاملہ اپنی جگہ برقرار ہے۔ اگرچہ ایک عزیز (شہید سید حسن نصر اللہ) نے کہا تھا کہ سلیمانی کے پاؤں کی جوتی بھی اس کے قاتل کے سر سے زیادہ باعزت ہے، اور اگر قاتل کا سر بھی لے لیا جائے تو وہ بھی سلیمانی کی جوتی کا معاوضہ نہیں بن سکتا۔

رہبر شہید نے فرمایا کہ اس کے باوجود، چونکہ انہوں نے یہ سنگین جرم کیا ہے، اس لیے انہیں اس کا انتقام بھگتنا ہوگا۔ حکم دینے والا بھی اور قاتل بھی جان لیں کہ جب بھی مناسب موقع میسر آئے گا، اور ہم اسی مناسب موقع کے منتظر ہیں، انہیں اپنے جرم کی سزا ضرور دی جائے گی۔ جیسا کہ اس بیان سے واضح ہے، امامِ شہید نے ایک طرف استکباری قوتوں کے مقابلے کی ضرورت پر زور دیا، جسے انقلابِ اسلامی کے مستقل اصولوں میں شمار کیا جاتا ہے، اور دوسری جانب شہید قاسم سلیمانی کے قاتلوں سے انتقام لینے کی ضرورت پر بھی خصوصی تاکید فرمائی۔

3۔ رہبرِ معظم انقلاب نے بھی 24 اسفند 1404 کو اپنے پہلے پیغام میں فرمایا کہ میں سب کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ ہم آپ کے شہداء کے خون کا انتقام ہرگز فراموش نہیں کریں گے۔ جس انتقام کا ہم ارادہ رکھتے ہیں، وہ صرف عظیم رہبرِ انقلاب کی شہادت تک محدود نہیں، بلکہ ملت کا ہر وہ فرد جو دشمن کے ہاتھوں شہید ہوگا، انتقام کے ایک مستقل مقدمے کا عنوان ہے۔ البتہ اس انتقام کا ایک محدود حصہ اب تک عملی صورت اختیار کر چکا ہے، لیکن جب تک یہ مکمل طور پر انجام نہیں پاتا، یہ معاملہ بدستور ہمارے دیگر معاملات میں سرِ فہرست رہے گا، اور خصوصاً اپنے بچوں اور معصوم شہداء کے خون کے بارے میں ہماری حساسیت مزید بڑھ جائے گی۔

اسی طرح 20 فروردین 1405 کو امامِ شہید کی شہادت کے چہلم کے موقع پر اپنے پیغام میں فرمایا کہ سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم ان مجرم حملہ آوروں کو، جنہوں نے ہمارے ملک پر جارحیت کی، ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ ہم اس جنگ میں ہونے والے ہر نقصان کے ازالے، تمام شہداء کے خون بہا اور زخمیوں کے حقوق کا ضرور مطالبہ کریں گے... اگرچہ ہماری عزیز قوم اپنے عظیم رہبر کی سرکاری سوگواری کی مدت ختم ہونے کے بعد سوگ کا لباس اتار دے گی، لیکن ان کے پاک خون اور دوسری اور تیسری مسلط کردہ جنگ کے تمام شہداء کے خون کا انتقام لینے کا پختہ عزم اپنے دل و جان میں ہمیشہ زندہ

رکھے گی اور اس کے تحقق کی منتظر رہے گی۔

4۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نظام کے محترم ذمہ داران، امامِ شہید اور رہبرِ معظم انقلاب کی جانب سے انتقام کی ضرورت پر دی گئی تاکید کو، جو ایران کے کروڑوں عوام کا بھی مطالبہ ہے، نظر انداز نہیں کریں گے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ان کے بیانات اور پیغامات کے تبادلے میں قیادت اور عوام کے اس جائز اور قانونی مطالبے کی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔ یہ بات واضح ہے کہ اس مطالبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کچھ ابتدائی اقدامات اور تیاریوں کی ضرورت ہے، لیکن توقع یہ ہے کہ ذمہ داران کی جانب سے اس مقصد کے حصول کے لیے کی جانے والی کوششوں کے کچھ آثار بھی دکھائی دینے چاہییں۔

نمونے کے طور پر اور صرف چند مثالیں جن کے ذریعے ان اقدامات کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے جن کے بارے میں توقع ہے کہ انہیں سنجیدگی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

پہلا اقدام: باضابطہ طور پر اعلان کیا جائے کہ اسلامی جمہوریہ ایران، ٹرمپ اور اس کے دیگر ہم خیال ساتھیوں، حتیٰ کہ ان پائلٹوں کو بھی جنہوں نے ہمارے شہید کی شہادت میں کردار ادا کیا، واجب القتل سمجھتا ہے، اور جہاں کہیں بھی اسے پائے گا، اسے قتل کر دے گا۔

دوسرا اقدام: ایران حکومت کی جانب سے اس شخص یا ان افراد کے لیے انعام مقرر کیا جائے اور اس کا باضابطہ اعلان کیا جائے جو ٹرمپ کو قتل کریں۔ ایک معتبر خبر کے مطابق اب تک عوام کی طرف سے ٹرمپ کے قاتل کے لیے 100 ملین ڈالر سے زیادہ کی رقم بطور انعام جمع کی جا چکی ہے۔ یہ رقم مسلسل بڑھ رہی ہے۔

تیسرا اقدام: ایران کی مذاکراتی ٹیم واضح طور پر اعلان کر سکتی ہے اور اسے کرنا چاہیے کہ وہ اپنے شہید رہنما کے قاتل کے ساتھ مذاکرات کے لیے تیار نہیں، اور ایسے مذاکرات کی میز پر نہیں بیٹھے گی جس کے دوسری طرف ٹرمپ یا اس جیسے پلید انسان کے نمائندے موجود ہوں۔ اس کے بجائے اسے کانگریس کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد کو متبادل فریق کے طور پر پیش کرنے کی تجویز دینی چاہیے، جو بظاہر غیر سرکاری تصور کیے جاتے ہیں۔ اس سے پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ ممکن ہے کہا جائے کہ یہ تجویز زرد کتے کی جگہ گیدڑ کو لانے کے مترادف ہے۔ (تمام کتوں اور گیدڑوں سے معذرت کے ساتھ) لیکن توجہ دینی چاہیے کہ اس تجویز میں ایک طرف ہم خود پسند ٹرمپ کو ذلیل کرتے ہیں اور دوسری طرف اپنے شہید امام کے قاتل سے انتقام کو ایک ناقابلِ تغیر اصول قرار دیتے ہیں۔

چوتھا اقدام: ایران کی چند شرائط میں سے ایک شرط، اور مفاہمتی یادداشت کے پہلے نکتے کے طور پر، ٹرمپ کو ایران کے حوالے کرنے کا مطالبہ شامل ہونا چاہیے تا کہ اس پر مقدمہ چلایا جائے اور اسے سزا دی جائے۔

امامِ مستضعفین شہید امت۔۔۔

شہید اور شہادت رہبرِ شہید کی نگاہ سے: شہید کا خون؛ اسلامی جمہوریہ کی بقاء، عزت اور تسلسل کا ضامن

امامِ المستضعفین سید علی خامنہ ای شہید نے اپنے منتخب بیانات میں شہادت کو صرف میدانِ جنگ میں قتل ہو جانے سے بلند تر حقیقت کے طور پر متعارف کروایا ہے؛ ایسی حقیقت جو خدا کے ساتھ معاملہ، الٰہی عہد کی وفاداری اور دینی اقدار کے دفاع سے جنم لیتی ہے۔ شہداء، انقلاب کا دائمی سرمایہ، ملت کی عزت کا سبب، معاشرے کی حرکت کا محرک اور اخلاص، ایثار، استقامت اور ابدی حیات کا نمونہ ہیں۔

مندرجہ ذیل بیانات، حقیقتِ شہادت، شہید کے مقام ومنزلت، ثقافتِ ایثار، پسماندگان کی ذمہ داری اور امت مسلمہ کی عزت، استقلال اور استقامت کے تسلسل میں شہید کے خون کے کردار کی ایک جامع تصویر امامِ شہید کی زبان سے پیش کرتے ہیں۔

لوگوں کی خدمت کی راہ میں شہادت، الٰہی ابدی حیات ہے

ہمیں مصیبت کے مقابلے میں کس طرح رویہ اختیار کرنا چاہیے؟ یہ نہایت اہم بات ہے۔

میں پہلے بھی اس عظیم سانحے (محترم صدرِ جمہوریہ اور ان کے رفقاء کی شہادت) کے بارے میں گفتگو کو اس نورانی آیتِ مبارکہ سے مزین کرنا چاہتا ہوں، جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ"

''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، مگر تم اس حقیقت کا شعور نہیں رکھتے۔''

اس آیت کے اردگرد، نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد، کسی فوجی کارروائی، جنگ، قتال یا اس جیسے موضوع کا ذکر نہیں ہے، بلکہ صرف ''فی سبیل اللہ'' فرمایا گیا ہے۔

شہید اور شہادت رہبرِ شہید کی نگاہ سے: شہید کا خون؛ اسلامی جمہوریہ کی بقاء، عزت اور تسلسل کا ضامن

یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہاں ''اللہ کی راہ میں قتل ہونے'' سے مراد صرف میدانِ جنگ میں قتل ہونا ہے، کیونکہ اس آیت میں اس بات کی کوئی دلیل یا قرینہ موجود نہیں۔

البتہ سورۂ آلِ عمران کی آیت "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا..." کے بارے میں یہ بات درست ہے، کیونکہ وہ آیت جہاد کے احکام کے ضمن میں نازل ہوئی ہے؛ لیکن یہ آیت مطلق ہے اور ہر اس شخص کو شامل ہے جو اللہ کی راہ میں قتل ہو۔

لوگوں کی خدمت کی راہ، اللہ کی راہ ہے۔

عوام کے لیے جہادی خدمت انجام دینا، اللہ کی راہ ہے۔

اسلامی ملک کا انتظام وانصرام کرنا، اللہ کی راہ ہے۔

اسلامی جمہوری نظام کی ترقی اور پیشرفت کے لیے کوشش کرنا، اللہ کی راہ ہے۔

شہید اور شہادت رہبرِ شہید کی نگاہ سے: شہید کا خون؛ اسلامی جمہوریہ کی بقاء، عزت اور تسلسل کا ضامن

آیت اللہ رئیسی عزیز اور ان کے ساتھی ملک کی ترقی، عوام کی خدمت اور اسلامی جمہوریہ کی سربلندی کی راہ میں شہید ہوئے، لہٰذا وہ اس آیت کے مصداق ہیں۔

انہیں مردہ نہ سمجھو؛ ''بل احیاء''، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ یہی وہ تعبیر ہے جو قرآن نے شہداء کے بارے میں بیان فرمائی ہے۔ (14 خرداد 1403)

شہادت؛ خدا کے ساتھ ابدی جنت کے بدلے جان کا معاملہ

شہداء کے بارے میں ائمۂ ہدیٰ سے نہایت گہرے اور گراں قدر

ارشادات نقل ہوئے ہیں۔ اسی طرح انقلاب کے اکابر، امامِ راحل اور دیگر بزرگان نے بھی اس موضوع پر بہت کچھ فرمایا ہے۔لیکن ان سب سے بڑھ کر قرآنِ کریم اور پروردگارِ متعال کا شہداء کے بارے میں بیان ہے، جس کا کسی دوسرے بیان سے کوئی موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ"

یعنی بے شک اللہ نے مؤمنوں سے ان کی جانیں اوران کے مال اس قیمت پر خرید لیے ہیں کہ ان کے لیے جنت ہے؛ وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، پھر دشمن کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی شہید ہوجاتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ یعنی اللہ خود بندوں کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔ بندہ کہاں اور خدا کہاں! لیکن اس کے باوجود اللہ بندے سے سودا کرتا ہے۔ وہ ہماری جان کے بدلے ہمیں وہ سب سے عظیم عطیہ عطا کرتا ہے جو کسی انسان کو دیا جاسکتا ہے، یعنی جنت؛ وہ جنت جو رضائے الٰہی کی جنت ہے۔

پھر قرآن مزید صراحت کے ساتھ فرماتا ہے: "يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ"

یعنی وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، جنگ کرتے ہیں، پھر "فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ"، دشمن کو قتل بھی کرتے ہیں اور خود بھی شہید ہوجاتے ہیں۔

یہ صرف اسلام کے دور سے مخصوص نہیں ہے، کیونکہ قرآن فرماتا ہے: "وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ"

یعنی یہ سچا وعدہ تورات، انجیل اور قرآن، تینوں میں موجود ہے۔

اسی طرح قرآن کی یہ آیت: "وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ"

اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سنت تمام انبیائے الٰہی کی تاریخ میں جاری رہی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ"

''ہرگز یہ گمان نہ کرو کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔''

یہ تمام آیات شہداء کی عظمت اور مقام کو بیان کرتی ہیں، اور شہادت کی فضیلت کے بارے میں ان سے بلند کوئی بیان ممکن نہیں۔ اس کے بعد انسان اور کیا کہہ سکتا ہے؟

(۳۰ بہمن ۱۴۰۲)

شہادت عقیدے، شناخت اور الٰہی اقدار کی سرحدوں کا دفاع

ضروری ہے کہ ہم شہادت کے مفہوم کو صحیح طور پر سمجھیں۔

شہادت کے بارے میں یہ حقیقت ذہن میں رہنی چاہیے کہ شہادت صرف جنگ میں مارا جانا نہیں ہے۔ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے ممالک کی جنگوں میں شریک ہوتے ہیں اور مارے جاتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے لوگ اپنے وطن کی جغرافیائی سرحدوں کے دفاع کے لیے، ایک محبِ وطن اور وطن پرست انسان کی حیثیت سے جنگ کرتے ہیں۔ البتہ بعض لوگ کرائے کے سپاہی بھی ہوتے ہیں، لیکن کچھ واقعی وطن کے دفاع کے جذبے سے لڑتے ہوئے مارے جاتے ہیں۔

لیکن ہمارا شہید اس معنی میں دوسروں سے مختلف ہے۔

ہمارا مجاہد جب میدانِ جنگ میں قدم رکھتا ہے، خواہ اس کا انجام شہادت پر ہو یا جانبازی پر، یا وہ صحیح سلامت واپس آجائے، اس کا مقصد صرف ملک کی جغرافیائی سرحدوں کا دفاع نہیں ہوتا۔

وہ عقیدے کی سرحدوں، اخلاق کی سرحدوں، دین کی سرحدوں، ثقافت کی سرحدوں اور اپنی دینی و قومی شناخت کی سرحدوں کے دفاع کے لیے میدان میں اترتا ہے۔ وہ ان عظیم اور معنوی اقدار کے تحفظ کے لیے جہاد کرتا ہے۔

یقیناً ملک کی جغرافیائی سرحدوں کا دفاع بھی ایک قابلِ قدر اور باارزش عمل ہے، لیکن محض جغرافیائی سرحدوں کا دفاع کہاں، اور اس کے ساتھ عقیدے، دین، اخلاق، ثقافت اور شناخت جیسی بلند الٰہی اقدار کے دفاع کا شرف کہاں!

ہمارے شہداء کی حقیقت اور امتیاز یہی ہے۔

شہید عہدِ الٰہی کا سچا وفادار اور خدا کے ساتھ جان کا سودا

اگر ہم شہادت کے مسئلے کو اس سے بھی بلند زاویے سے دیکھیں تو ہمارا شہید درحقیقت اس آیتِ کریمہ کا عملی مصداق اور مظہر ہے: "إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ"

یعنی اللہ نے مؤمنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس قیمت پر خرید لیے ہیں کہ ان کے لیے جنت ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ شہید اپنی جان کا خدا کے ساتھ سودا کرتا ہے، اور یہی شہید کی حقیقی حقیقت ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: "مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ

یعنی مؤمنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے اپنے عہد کو سچائی کے ساتھ پورا کیا؛ ان میں سے بعض اپنی منزل پا چکے ہیں اور بعض ابھی انتظار میں ہیں۔

یہی شہید ہے؛ وہ شخص جس نے خدا سے کیے ہوئے اپنے عہد کو سچائی کے ساتھ نبھایا۔ شہادت دراصل خدا سے عہد باندھنے اور اسی کے ساتھ اپنی جان کا سودا کرنے کا نام ہے۔

اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا مجاہد دنیا کے عام سپاہیوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔

آپ میں سے جو لوگ میدانِ جنگ میں موجود تھے، انہوں نے خود یہ حقیقت دیکھی ہوگی، اور جنہوں نے نہیں دیکھی، انہوں نے اسے کتابوں میں ضرور پڑھا ہوگا کہ دفاعِ مقدس کے دوران ایک مؤمن مجاہد، اسی طرح دیگر محاذوں پر، جیسے دفاعِ حرم وغیرہ میں، جب اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہوتا ہے تو اس کا اخلاص معمول سے کہیں زیادہ ہوتا ہے، اس کا توکل زیادہ ہوتا ہے، اس کی عاجزی زیادہ ہوتی ہے، اور وہ اللہ کی حدود کی حفاظت اور ان کی پابندی میں بھی عام حالات سے بڑھ کر محتاط ہوتا ہے۔ (30 آبان 1400)

شہادت الٰہی اقدار کا دفاع اور عہدِ الٰہی سے وفاداری

ضروری ہے کہ ہم شہادت کے مفہوم کو صحیح طور پر سمجھیں۔ شہادت کا مطلب صرف جنگ میں مارا جانا نہیں ہے۔ دنیا میں بہت سے لوگ اپنے ممالک کی جنگوں میں حصہ لیتے ہیں اور مارے جاتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے لوگ اپنے وطن کی جغرافیائی سرحدوں کے دفاع کے لیے، ایک محبِ وطن انسان کی حیثیت سے جنگ کرتے ہیں۔ البتہ بعض لوگ کرائے کے سپاہی بھی ہوتے ہیں، لیکن کچھ واقعی وطن کے دفاع کے جذبے سے لڑتے ہوئے مارے جاتے ہیں۔

لیکن ہمارا شہید اس سے مختلف ہے۔

ہمارا مجاہد جب میدانِ جنگ میں قدم رکھتا ہے، خواہ وہ شہادت سے سرفراز ہو، جانباز بنے یا صحیح سلامت واپس لوٹے، اس کا مقصد صرف جغرافیائی سرحدوں کا دفاع نہیں ہوتا، بلکہ وہ عقیدے، اخلاق، دین، ثقافت اور اسلامی شناخت کی سرحدوں کے دفاع کے لیے میدان میں اترتا ہے۔ وہ ان بلند معنوی اقدار کی حفاظت کے لیے جہاد کرتا ہے۔

بلاشبہ وطن کی جغرافیائی سرحدوں کا دفاع بھی ایک عظیم اور قابلِ قدر عمل ہے، لیکن صرف سرحدوں کا دفاع کہاں، اور اس کے ساتھ عقیدہ، دین، اخلاق، ثقافت اور شناخت جیسی بلند الٰہی اقدار کے دفاع کا شرف کہاں! ہمارے شہداء کی حقیقت یہی ہے۔

اگر ہم شہادت کو اس سے بھی بلند زاویے سے دیکھیں تو ہمارا شہید درحقیقت اس آیتِ کریمہ کا مصداق ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾

یعنی اللہ نے مؤمنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس قیمت پر خرید لیے ہیں کہ ان کے لیے جنت ہے۔

شہید اپنی جان کا خدا کے ساتھ سودا کرتا ہے اور یہی شہادت کی حقیقت ہے۔

اسی طرح قرآن فرماتا ہے: ﴿مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ﴾

یعنی مؤمنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچائی کے ساتھ نبھایا؛ ان میں سے کچھ اپنی منزل پا چکے ہیں اور کچھ ابھی انتظار میں ہیں۔

یہی شہید ہے؛ وہ جس نے خدا سے کیا ہوا عہد سچائی سے پورا کیا۔ شہادت دراصل خدا سے عہد باندھنے اور اپنی جان کا اسی کے ساتھ سودا کرنے کا نام ہے۔

اسی لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا مجاہد دنیا کے عام سپاہیوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ آپ میں سے جن لوگوں نے میدانِ جنگ دیکھا ہے، انہوں نے اس حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا، اور دوسروں نے اسے کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ دفاعِ مقدس یا دفاعِ حرم جیسے محاذوں پر جب ایک مؤمن مجاہد اللہ کی راہ میں لڑتا ہے تو اس کا اخلاص زیادہ، توکل زیادہ، عاجزی زیادہ، اور حدودِ الٰہی کی پابندی عام حالات سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ (30 آبان 1400)

شہادت؛ نظام کی بقا کی ضمانت اور رحمتِ الٰہی کا مظہر

شہداء کے مسئلے کو نہایت سنجیدگی سے لینا چاہیے۔ ہمیں شہداء کے لیے وہی عظمت اور مقام تسلیم کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے خود ان کے لیے مقرر فرمایا ہے، جہاں ارشاد ہوتا ہے: ﴿يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ﴾

یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اترتے ہیں، ان کا دشمن کو قتل کرنا بھی اہم ہے اور خود شہید ہو جانا بھی اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اپنی رحمت کا سچا وعدہ فرمایا ہے۔

جو شخص اس راہ میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے، اس کے بارے میں روایات میں آیا ہے کہ وہ ابھی اس دنیا سے مکمل طور پر جدا بھی نہیں ہوتا کہ رحمتِ الٰہی کی نشانیاں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ یہاں تک کہ روایت میں ہے کہ جب شہید گھوڑے سے گرتا ہے۔ اس زمانے میں جنگیں گھوڑوں پر لڑی جاتی تھیں تو ابھی زمین تک بھی نہیں پہنچتا کہ اللہ کا وعدہ اس کے سامنے آشکار ہو جاتا ہے۔

یعنی اسی دنیا میں اس کی آنکھوں سے پردے اٹھ جاتے ہیں، وہ حقیقت کا مشاہدہ کرتا ہے، اللہ کی رحمت اور فضل کو پوری طرح محسوس کرتا ہے اور اسے پا لیتا ہے۔ یہی شہداء کی عظیم قدر و منزلت ہے۔

اگر یہ شہادتیں نہ ہوتیں، اگر یہ ایثار اور قربانیاں نہ ہوتیں تو یہ نظام ہرگز باقی نہ رہتا۔ یہ ایک نوخیز پودا تھا جس پر سخت طوفانوں کی یلغار تھی۔ یہ نظام اس لیے باقی رہا، یہ پودا اس لیے خشک نہ ہوا بلکہ اللہ کے فضل سے ایک تناور درخت بن گیا کہ اس کے پیچھے مجاہدوں کی قربانیاں، ایثار، جذبۂ شہادت اور میدان میں اترنے کا حوصلہ موجود تھا۔

اس سرمایہ کو محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ دشمن کو پہچاننا چاہیے اور اس کی سازشوں اور فریبوں کو بھی اچھی طرح سمجھنا چاہیے۔(15 آذر 1395)

دہشت گردوں کے ہاتھوں شہید ہونے والے شہداء: دہشت گردی کی رسوائی اور ملتِ ایران کی استقامت

ہمارے ملک میں سترہ ہزار دہشت گردی کے شہداء ہیں؛ سترہ ہزار شہید! کیا یہ کوئی معمولی تعداد ہے؟ کیا یہ کوئی مذاق کی بات ہے؟

جن لوگوں نے یہ دہشت گردانہ کارروائیاں انجام دیں، وہ آج مغربی ممالک میں آزادانہ گھوم پھر رہے ہیں۔

یہ دہشت گردی کن لوگوں کے خلاف تھی؟ ایک تاجر کو شہید کیا گیا، ایک کسان کو، ایک عالمِ دین کو، ایک یونیورسٹی کے استاد کو، ایک عبادت گزار مؤمن کو، بچوں کو اور عورتوں کو نشانہ بنایا گیا۔ اسلامی انقلاب کی تاریخ میں سترہ ہزار دہشت گردی کے شہداء ثبت ہو چکے ہیں۔

اس حقیقت کے دو پہلو ہیں:

ایک پہلو یہ ہے کہ یہ اُن چہروں کو بے نقاب کرتی ہے جو آج دہشت گردی کے خلاف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ ان کے جھوٹے دعووں کے سامنے ایک آئینہ ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ وہ کس قدر جھوٹے، فریب کار، خبیث اور پست ہیں کہ خونخوار دہشت گردوں کی حمایت بھی کرتے ہیں، اور اسی کے ساتھ خود کو دہشت گردی کا مخالف بھی قرار دیتے ہیں۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ ایک ایسی قوم، جس نے دفاعِ مقدس کے شہداء کے علاوہ بھی سترہ ہزار دہشت گردی کے شہداء پیش کیے ہیں، پھر بھی پوری استقامت کے ساتھ انقلاب کی خدمت میں، انقلاب کے راستے پر، اور انقلاب کے دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹی ہوئی ہے۔

اسی استقامت اور انہی قربانیوں کے ذریعے اس انقلاب اور اس ملت کی عظمت نمایاں ہوئی ہے۔

قرآنِ کریم کا یہ ارشاد: ﴿وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

ایک بشارت ہے؛ ایسی بشارت جو شہداء ملتِ ایران کو دے رہے ہیں، اور ایسی بشارت جو وہ تمام مسلمانوں کو دے رہے ہیں۔(6 تیر 1394)

شہادت ظاہری فقدان اور قربِ الٰہی کی طرف ابدی عروج

شہید ہونا، ہماری نظر میں جو اس دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں، اور خصوصاً آپ کے لیے جو اس کے والد، والدہ یا شریکِ حیات ہیں، اور جن کی اس سے غیر معمولی محبت ہے، ایک تلخ حقیقت ہے؛ کیونکہ یہ جدائی ہے، محرومی ہے، اپنے عزیز کو کھو دینا ہے۔

ظاہری زندگی کے اعتبار سے یہ ایک فقدان ہے، اسی لیے اس کا غم بھی تلخ ہے۔ شہادت کا ظاہری پہلو یہی ہے کہ انسان اپنے پیارے کو کھو دیتا ہے، اسے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ پاتا اور اس کی خالی جگہ محسوس کرتا ہے۔

لیکن شہادت کا باطنی جوہر اور اس کی اصل حقیقت ان تمام ظاہری پہلوؤں سے کہیں بلند ہے۔

شہادت کی حقیقت یہ ہے کہ ایک انسان اچانک اللہ تعالیٰ کے بلند ترین درجات پر فائز ہو جاتا ہے، اس کا مقام فرشتوں سے بھی بلند ہو جاتا ہے، اور اس حقیقی زندگی میں، جس میں ہم سب چالیس، پچاس، ساٹھ یا ستر برس بعد لازماً داخل ہونے والے ہیں اور جو ابدی زندگی ہے، وہ نہایت بلند مقام اور اعلیٰ مرتبہ حاصل کر لیتا ہے، اللہ کی خاص توجہ کا مستحق بنتا ہے، اور قیامت کے دن اس کا فیض دوسروں تک بھی پہنچتا ہے۔

جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے: ﴿يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ﴾

قیامت کے دن کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں ہر طرف تاریکی ہوگی؛ کیونکہ نہ سورج ہوگا اور نہ کوئی دوسرا ذریعۂ نور۔ تمام انسان تاریکی

کے عالم میں ہوں گے۔

جب اللہ کے یہ نیک بندے، جن میں آپ کا یہ جوان بھی شامل ہے، آگے بڑھیں گے تو ان کے سامنے اور ان کی دائیں جانب ان کا نور چمکتا ہوا ان کے ساتھ ہوگا۔

بعض دوسرے لوگ، جو اس نور کے مستحق نہیں ہوں گے، حسرت کے ساتھ ان سے کہیں گے: ''اپنے نور میں سے ہمیں بھی کچھ دے دو۔''

تو انہیں جواب دیا جائے گا: ﴿ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا﴾

''واپس دنیا کی طرف لوٹ جاؤ اور وہیں سے نور حاصل کرو۔ اگر تمہیں نور حاصل کرنا تھا تو وہ دنیا میں کرنا تھا، یہاں کسی کو نور نہیں دیا جاتا۔''

وہ نور ہے جو انسان نے دنیا میں اپنے ایمان اور اعمال کے ذریعے حاصل کیا تھا، اور آج قیامت میں وہی نور ظاہر اور نمایاں ہو گیا ہے۔

یہ آپ کے اس جوان، اور تمام شہداء کی شخصیت کا دوسرا، حقیقی اور ابدی رُخ ہے۔ (29 دی 1390)

ثقافتِ ایثار و شہادت؛ معاشرے کی حرکت اور بیداری کا محرک

شہادت اور ایثار کا مسئلہ کبھی پرانا نہیں ہوتا؛ یہ معاشرے کی حرکت کا محرک اور اس کی زندگی کی روح ہے۔ بعض لوگ اس حقیقت سے غافل ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ اپنی گفتگو، اپنی تحریر اور اپنے طرزِ عمل کے ذریعے ایثار اور شہادت کو منفی اور ناشکری کے انداز سے پیش کرتے ہیں۔ یہ ان کی غفلت کا نتیجہ ہے، کیونکہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ شہداء اور ایثار کرنے والوں کی حرمت کا تحفظ کسی معاشرے، ملت اور ملک کے لیے کس قدر اہمیت رکھتا ہے۔

آپ دیکھیے کہ حضرت حسین بن علیؑ کا پاک خون کربلا میں غربت کے عالم میں زمین پر بہایا گیا، لیکن اسی لمحے سے امام سجادؑ اور حضرت زینب کبریٰؑ کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ قرار پائی کہ وہ اس پیغام کو اٹھائیں اور مختلف طریقوں سے پوری دنیائے اسلام تک پہنچائیں۔

یہ تحریک دینِ حقیقی، دینِ حسینؑ، اور اس مقصد کے احیاء کے لیے جس کی خاطر امام حسینؑ نے شہادت قبول کی، نہایت ضروری اور ناگزیر تھی۔

یقیناً امام حسینؑ کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ تھا۔ اگرچہ لوگ ان کے واقعے کو خاموشی کے سپرد بھی کر سکتے تھے، لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام سجادؑ نے اپنی پوری زندگی، جو واقعۂ کربلا کے بعد تقریباً تیس برس پر مشتمل تھی، ہر موقع پر امام حسینؑ، ان کے خون اور ان کی شہادت کا ذکر کیوں کیا؟ کیوں لوگوں کو ہمیشہ کربلا کی یاد دلاتے رہے؟

یہ کوشش کس مقصد کے لیے تھی؟

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ صرف بنی اُمیہ سے انتقام لینے کے لیے تھا، حالانکہ بعد میں بنی اُمیہ خود ختم ہو گئے تھے۔

پھر امام رضاؑ، جو بنی عباس کے دور میں تھے، ریّان بن شبیب کو کیوں حکم دیتے ہیں کہ اپنے درمیان امام حسینؑ کی مصیبت کا ذکر کرو، جبکہ اس وقت بنی اُمیہ کا وجود ہی باقی نہیں رہا تھا؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ امام حسینؑ کا راستہ اور ان کا خون، اسلامی امت کی عظیم تحریک کا عَلَم اور پرچم ہے، جو اسے اپنے اسلامی اہداف کی طرف لے جاتا ہے۔

یہ پرچم ہمیشہ بلند رہنا چاہیے، اور حقیقت یہی ہے کہ آج تک یہ پرچم سربلند ہے اور آج بھی انسانیت کی رہنمائی کر رہا ہے۔ (16 تیر 1383)

شہادت سب سے بڑی فضیلت اور راہِ خدا میں ایثار کی بلندترین منزل

تمام قوموں اور ملتوں میں سب سے زیادہ عزت اسی کو دی جاتی ہے جو قربانی دیتا ہے۔ دنیا کی ہر قوم کے درمیان وہ نوجوان جو اپنی جوانی کے عین عالم میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر فداکاری کرتا ہے، سب سے زیادہ محترم اور عزیز سمجھا جاتا ہے۔

اسی طرح ہر ملک اور ہر قوم میں وہ خاندان بھی سربلند اور فخر کے قابل ہوتا ہے جو اپنے جوان اور پھلتے پھولتے بیٹے کو اعلیٰ قومی اور انسانی مقاصد کی خاطر قربان کر دیتا ہے۔

یہ خصوصیت صرف ہمارے ملک تک محدود نہیں ہے، لیکن ہمارے ملک کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یہاں شہادت اور فداکاری کو دینی لحاظ سے سب سے بلند فضیلت شمار کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے: "فَوْقَ كُلِّ بِرٍّ بِرٌّ حَتَّى يُقْتَلَ الرَّجُلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ"

یعنی ہر نیکی سے اوپر ایک نیکی ہے، یہاں تک کہ انسان اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے، اور اس کے بعد کوئی اور عمل اس سے بلند نہیں ہوتا۔

بہت سے لوگوں نے سالہا سال اس ملک میں یہ کوشش کی کہ اس قوم سے فداکاری، مردانگی اور ایثار کا جذبہ چھین لیا جائے۔ (09 شہریور 1378)